حالات اقوام کرد و ترکان آلِ عثمان

مؤلفہ

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی

جسمیں

کردوں کی معاشرت وتمدن ورسومات شادی وغمی ومذہبی
عقائد اور ان کا ترکوں کے ساتھ تعلق سلطان کے محل کے
اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا نقشہ دکھایا ہے

حسب اجازت

سید ظہور الحسن۔ قومی پریس دہلی۔ چھتہ لال میاں
رنگین پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوئی

حالات اقوام کرد

و

ترکان آلِ عثمان

مؤلفہ

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی

جسمیں

کردوں کی معاشرت و تمدن و رسومات شادی و غمی و مذہبی عقائد اور آل کا ترکوں کے ساتھ تعلق سلطان کے محل کے اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا نقشہ دکھایا ہے

حسب اجازت

سید ظہور الحسن ۔ قومی پریس دہلی ۔ چھتہ لال میاں

رنگین پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوئی

تعداد طبع ۵۰۰ جلد

قیمت ۶/

مختصر فہرست کتب قومی پریس دہلی چھتہ لال میاں

سفرنامہ روم و مصر و شام

مصنفہ مولانا شبلی نعمانی رح

جسمیں علاوہ ان جزئی دلچسپ واقعات کے جو سلسلہ بیان میں آگئے ہیں قسطنطنیہ بیروت بیت المقدس قاہرہ وغیرہ کے متعلق واقعات ذیل یعنی شہر کی عام اجمالی حالت قابل دید مقامات۔ مشہور عمارات رشتہ تعلیم دار العلوم اور مدارس بورڈنگ و طلبا کی تربیت تعلیم نسوان مصنفین اور تصنیفات کتب خانے۔ اخبارات اور رسالے مشہور پاشاؤں و ارباب کمال کی ملاقات ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو تفصیل کیساتھ لکھا ہے ۸؍

المامون

مصنفہ مولانا شبلی نعمانی رح

یعنی نامور فرماں روایان اسلام کا پہلا اور دوسرا حصہ اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصہ میں تمہید ترتیب خلافت مامون رشید کی ولادت تعلیم و تربیت ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیاں۔ فتوحات ملکی اور وفات کے حالات ہیں دوسرے حصہ میں ان مراتب کی تفصیل ہے جنسے اُس عہد کے ملکی حالات اور مامون رشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے نیز اُن تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہان اسلام کے عہد سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے قیمت ۸؍

اورنگ زیب عالمگیر

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی یہ بالکل جدید تالیف ہے تاریخ اور واقعات کی تحقیق و تنقید میں مولانا کا پایہ اظہر من الشمس ہے شہنشاہ عالمگیر پر جو الزامات وارد ہوتے ہیں بھائیوں کا قتل باپ کی گرفتاری تعصب مذہبی ہندوں کیساتھ مخاصمت بت شکنی وغیرہ کے متعلق جو الزامات بیان کیے جاتے ہیں اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ ان اعتراضات کو واقعات سے کوئی تعلق نہیں یہ باتیں پست نظر اور تنگ خیال افسانہ نویسوں کی پیدا کی ہوئی ہیں مولانا نے خود اُس عہد کی مستند تاریخوں سے تمام واقعات کی تحقیق کی ہے اور اہل یورپ کی غلط فہمیوں پر دوایت کی نظر ڈالی ہے قیمت ۱۰؍

الفاروق

یعنی سوانح عمری حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ مؤلفہ شمس العلما مولوی شبلی نعمانی رح مرحوم ۳؍

الغزالی

یعنی امام محمد بن الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح عمری مؤلفہ مولانا شبلی رح مرحوم قیمت ۸؍

مقالات شبلی

جسمیں مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے وہ علمی اور تاریخی مضامین لکھے ہیں جو آجتک طبع نہیں ہوئے تھے ۸؍

تمام درخواستیں بنام سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی چھتہ لال میاں آنا چاہئیں

حالات اقوام کرد

دولت عثمانیہ کے ایشیائی علاقے میں ایک ملک ہے جو اسی قوم کا مسکن ہونے کے باعث کردستان کہلاتا ہے یہ ایک مسلمان اور پرانی قوم ہے گو اس میں تعلیم نہیں اور تمدن ابتدائی زمانہ کا ہے مگر بڑی بہادر شریف اور تاریخی قوم ہے - ایران کی اگلی اور قدیم تاریخ میں کلدانیوں کا دور مشہور ہے جو کبھی ایران و عراق اور سارے ایشیائے کوچک کی مالک تھے اسی قوم کی موجودہ نسل غالباً یہ قوم کرد ہے -

صلیبی لڑائیوں میں سلطان صلاح الدین اعظم کا نہ مٹنے والا نام ساری دنیا میں مشہور ہے وہ بھی اسی قوم کا ایک مشہور و معروف بہادر تھا جس نے بہادری - رحمدلی فیاضی اور دینداری غرض جملہ انسانی اوصاف کے لحاظ سے اپنا نام جریدہ عالم پر ثبت کر دیا ہے یہ لوگ فی الحال دولت عثمانیہ کی فوج میں بھرتی کئے جاتے ہیں اور اقوام عالم کے مقابلہ میں بڑے زبردست مسلمان سپہگر ثابت ہوئے ہیں - اور گو عثمانی ہلال کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں مگر انتہا درجے کے آزاد مشرب اور غیر مطیع ہونے میں عربوں کے ہم مذاق ہیں اور ایشیائے کوچک کے مشرق میں جو بلند اور کوہستانی قطعات زمین ہیں اپنر کوہستان طوروس سے لے کے کوہ قاف تک پھیلے ہوئے ہیں مگر انکے وطن میں بھی نصف کے قریب آبادی دوسری قوموں کی ہے کرد دو قسم کے ہیں جو اخلاق و عادات معاشرت و تمدن حتے کہ خط و خال میں بھی ایک دوسرے سے بدلے ہوئے ہیں ایک تو خانہ بدوش کرد جو جنگجو فیاض اور زندہ دل لوگ ہیں دوسرے زراعت پیشہ کرد جو بستیوں میں آباد اور اقامت گزیں ہو گئے ہیں یہ [illegible] امن پسند اور اطاعت کیش لوگ ہیں جن میں ذہانت بھی بہت کم نظر آتی ہے - کرد [illegible] اصلی زبردست اور صاحب اوصاف قوم وہی ہے جو خانہ بدوش ہے انکے چلنے پھرنے کی

اچھے اور شریفانہ ہیں توانا و تندرست سڈول ہاتھ پاؤں - اُبھری پیشانیاں لمبی خمدار ناکیں تیز نگاہ اور متناسب آنکھیں جو عموماً سیاہ اور بعض کی شربتی یا نیلگوں ہوتی ہیں چھوٹے دہانے اور گول ٹھڈیاں انھیں نہایت ہی معزز و ممتاز ثابت کرتی ہیں - اُنکی عمریں بہت بڑی ہوتی ہیں چلنے میں انکا قدم مضبوط پڑتا ہے اور وضع و چال ڈھال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا انھیں اپنے اوپر بڑا ناز ہے یہ باتیں پہلی ہی نظر میں باور کرا دیتی ہیں کہ گویا اپنے ملک اور اپنے وطن کے اصلی مالک یہی ہیں انکے خوبصورت بچوں کو دیکھیے تو گورا چہرا اور گلابی رخسارے قدرتی صحت و خوبصورتی کا اعلیٰ نمونہ دکھلاتے ہیں اور مستعدی و تیزی چابکدستی پھرت اور چالاکی زندہ دلی اور پھرتی کی تصویریں نظر کے سامنے پیش کرتے ہیں -

مگر سب سے زیادہ دلفریب اُنکی عورتوں کا حُسن و جمال ہے خصوص علاقہ طوروس کی کُرد مہ وشیں جسمانی خوشنمائی اور انسانی رعنائی کا سب سے اعلیٰ نمونہ تسلیم کی گئی ہیں ایک یورپین سیاح مسٹر میلنجن جنھوں نے ایک مدت تک ان کوہستانی ترکستانوں میں قیام کیا تھا اور بہت سی کُرد عورتوں کو دیکھا تھا ایک حسین و نازنین کُرد لڑکی کا سراپا عجیب دلکش الفاظ میں ادا کرتے ہیں (وہ لکھتے ہیں اُسکے گال دیکھ کے مجھے جنت الفردوس کے ممنوع پھل کی شادابی یاد آگئی شربتی آنکھیں گھنی اور لمبی پلکوں کی چلمن میں سے ہیرے کی سی ضو دے رہی تھیں لباس اگرچہ اعلیٰ درجے کا نہ تھا مگر اُسکی شکنوں سے بھی خوبصورت بدن کی دلفریب بناوٹ نمایاں تھی لیکن ان سب باتوں پر غالب اُسکی متانت و سادگی اور اُس کا بھولا پن تھا -

زراعت پیشہ کُردوں کی تعداد بہ نسبت اور خانہ بدوش کُردوں کے مقابل چوگنی یا پچگنی ہے مگر جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں قومی خصایص اور قدامت کی وضع داری خانہ بدوش کُردوں ہی میں نظر آتی ہے جنکی نسبت اندازہ کیا گیا ہے کہ اُنکے تیرہ ہزار خاندان ہیں جن میں سے دس ہزار آج بھی خانہ بدوش ہیں اور تین ہزار خاندانوں نے گاؤں اور بستیوں میں سکونت اختیار کر لی ہے اُن کی تقسیم یوں ہوئی ہے کہ پہلے تو ساری قوم بڑی بڑی جماعتوں پر منقسم ہوئی ہے - جو عشائر کہلاتے ہیں ان میں سے ہر عشیرہ مختلف قبائل پر منقسم ہے پھر ہر قبیلے کے ماتحت بہت سے طائفے ہیں ، اور طائفوں کا تمام خیموں یا مکانوں کی تعداد سے کیا جاتا ہے کہ اُس طائفے کے اتنے گھر اور خیمے ہیں

اور ہر گھر یا خیمے میں جو لوگ رہا کرتے ہیں اُنکی تعداد پانچ سے لیکے بیس تک ہوا کرتی ہے۔

جہاں انکا پڑاؤ ہوتا ہے قبیلہ یا طائفے کے شیخ اور سردار کا خیمہ سب سے زیادہ بلند اور سب خیموں کے درمیان میں ہوتا ہے اور اُسکے ممتاز بلند اور وسیع ہونے کی ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ وہی سارے قبیلے یا طائفے کا دار الشوری بھی ہوتا ہے عدالت بھی ہوتی ہے اور کلب یا انجمن بھی ہوتی ہے اُسی میں معززین قوم ایک دوسرے سے ملتے اور باہم ہم صحبت ہوتے ہیں اور اُسی میں قومی فیاضی کا اظہار ہوتا ہے ان جری اور بہادر لوگوں کا خاص مذاق یہ ہے کہ خاندانی وابستگی قائم رہے اور سردار کی اطاعت کی جائے مگر باوجود اسکے سردار قبیلہ بالکل خودمختار حکمران نہیں ہے اور اُسکے فیصلوں میں عمائد قبیلہ کی رایوں کو بہت دخل ہوتا ہے قبیلہ کے پالٹکس اور نظام میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شریک کی جاتی ہیں بلکہ قومی تمدن کا زیادہ حصہ خاصتہً عورتوں ہی کی ذمہ داری میں ہے۔

کردوں کی قوم نے انقلابات زمانہ کے بے انتہا کرشمے دیکھے اور بہت مار کھائی کبھی فاتح تھے پھر مفتوح ہوئے اور تقریباً تین ہزار سال سے متعدد قومیں اپنر متواتر غالب آتی رہیں مگر باوجود اسکے کردوں کی ممتاز قومیت میں کبھی فرق نہیں پڑا۔ نیر یا یا ظہور نیر اسلام اور دین اسلام قبول کرنے کے بعد بھی یہ قوم کبھی چمکی اور کبھی زوال پذیر ہوئی دولت عثمانیہ کے عروج کے زمانے سے اس میں نئے تفرقے اور جھگڑے پیدا ہوئے اور چونکہ انکا ملک اکثر ایرانیوں اور ترکوں کا رزم گاہ ہے جن میں اغراض سلطنت ہی کا اختلاف نہیں بلکہ ایرانیوں کو شیعیت اور ترکوں کی سُنیت کے باعث مذہبی نزاع بھی ہے لہذا پچھلی کئی صدیوں میں یہ ملک ان دونوں قوتوں اور اثروں کے درمیان میں حرکت مذبوحی دکھاتا رہا کبھی اِس فریق کا ساتھ دیا اور کبھی اُس فریق کا۔ دونوں مذکورہ سلطنتوں کی جنگ و پیکار میں قوم کرد کو بارہا سخت آفتوں کا سامنا کرنا پڑا اور کردوں کی قومیت مٹ جانے کے متعدد اسباب پیش آئے بلکہ دونوں جانب سے اس بات کی کوشش کی گئی مگر اُنھوں نے آجتک اپنے لئے ایک ایسی حالت قائم رکھی ہے جسے ہم آزادی کے لفظ سے تعبیر کرنا چاہیئے کیونکہ اونپر انھیں کے سرداروں کے ذریعہ سے حکومت کی جاتی ہے اور اُنکے عوام کو کم محسوس ہونے پاتا ہے کہ سوا اپنے شیوخ اور

آغاؤں کے وہ کسی اور کے بھی تابع فرمان ہیں ۔خلاصہ یہ کہ وہ دولت عثمانیہ کے مطیع ہیں
محکوم نہیں ۔اور گو انکی قوم میں آج نہ کوئی شاہی خاندان ہو نہ کسی قسم کا نظام حکمرانی ہو
نہ کوئی پرانا مذہب باقی ہو اور نہ کوئی قدیم لٹریچر مگر پھر بھی اُنکی قومی بندشیں نہایت
مضبوط ہیں اور صرف گذشتہ صدی میں تین بار کوشش کی کہ ترکوں کی غلامی سے آزاد ہو جائیں
یہ عام طور پر باور کر لیا گیا ہو کہ وہ کلدانیوں کی یادگار رہیں مگر اُن میں بعض اور قومیں
بھی مل جل گئی ہیں بلاد بکتان اور ہکاری کے بعض کرد خاندان اپنے آپکو خاندان
بنی امیہ کی جانب منسوب کرتے ہیں مگر اس سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہو کہ مقام ہبتہ
کے بعض سرداران کرد دعوے کرتے ہیں کہ اُنکے خون میں انگریزی خون بھی ملا ہو اسلئے
کہ اپنی وادیوں میں کیتھان نام ایک قدیم الایام کی عورت کو بتاتے ہیں جو انگلستان سے
آئی تھی غالباً صلیبیوں کی یہ روایت کہانی نہیں ہے کہ دوسری صلیبی لڑائی کے وقت
(جس کا زمانہ ۱۱۴۷ء سے ۱۱۴۹ء تک تھا) فرنگیوں کی ایک جماعت شمال مشرقی اضلاع
میں بہت ماری ماری پھری مگر واپسی کا راستہ نہ ملا تو بے دست و پا ہو کے کردستان
کے پہاڑوں میں سکونت پذیر ہو گئی تھی۔

کردوں کے مکانات اُسی وضع کے ہیں جیسے کہ اُنکے ہموطن آرمینوں کے ہیں ہر مکان
میں ایک بگلی تنور ہوا کرتا ہے جو اُپلوں سے گرم کیا جاتا ہو اور اوپر بیٹھ کے عورتیں پتلی پتلی
روٹیاں پکاتی ہیں اور نیز پتیلیوں کو زنجیروں میں باندھ کے اُس میں لٹکاتی اور ابالنے
کی چیزیں اُبالتی ہیں۔

ملک کا زیادہ حصہ قابل زراعت نہیں مزروعہ اراضی صرف شہروں اور بڑی بڑی
گاؤں کے آس پاس نظر آتی ہیں ۔مگر قبائل کرد کا ذریعہ بسر اوقات زراعت نہیں بلکہ
چراگاہ ہیں ۔موسم سرما میں وہ پانی اور مرغزاروں کی تلاش میں اپنے بڑے بڑے گلوں
کو ساتھ لئے ہوئے ایک بلندی سے دوسری بلندی پر پھرتے رہتے ہیں اور اُنکے قبائل
کا کوچ واقعی ایک دلچسپ نظارہ ہوتا ہے گرہستی کا مال و اسباب بیلوں پر لدا ہوتا ہے
اور جن ماؤں نے اپنے بچوں کے گہوارے اپنی پیٹھوں پر نہیں باندھ لئے ہیں اُنکے دو تین
بچے بھی مع گھوڑے کے بیل کی پیٹھ پر بیٹھے ہیں مردوں کا غول الگ ہوتا ہے اور
عورتوں کا غول الگ ۔مرد اپنے اسلحہ کے سوا اور کوئی چیز لیکے نہیں چلتے اُنکی بیٹیوں میں

ایک بڑا بھاری اور بھدّی ڈنڈا آویزاں ہوتا ہے جو کمر کے برابر لٹکا کرتا ہے - اور ڈھال تلوار پیٹھ سے لگی رہتی ہے - وہ صرف گلّے کی حفاظت کرتے ہیں - اور گویا اور کسی چیز سے انھیں علاقہ نہیں - مال و اسباب بال بچوں اور گرہستی کے کل سامان کی حفاظت عورتوں کے غول کا کام ہے جسکے آگے آگے افسروں اور سورما پہلوانوں کی طرح چند شجاع اور بہادر عورتیں ہوتی ہیں جنکی وضع قطع باور کراتی ہے کہ اپنے گروہ کی مرد اور مردوں سے زیادہ قبیلے کی حفاظت اور سلامتی کی ذمہ وار یہیں خلاصہ - یہ کہ مرد سوا گلّے کی حفاظت کے خود اپنی ذات کے اکثر کاموں میں بہت کم دخل دیتے ہیں کیونکہ کل انتظامات عورتوں کے سپرد ہیں -

کرد لوگ اپنے گلّوں کا گوشت بہت ہی کم کھاتے ہیں اس لئے کہ اوسے وہ اپنے صرف میں لانے سے زیادہ قیمتی خیال کرتے ہیں - نان دودھ دہی پنیر اور مکھن انکی خاص غذا ہیں جن پر وہ بڑی خوشی سے قناعت کرتے ہیں ان چیزوں کو پتلی پتلی روٹیوں اور ایک قسم کے پلاؤ کے ساتھ کھاتے ہیں جو چاولوں کے عوض گیہوؤں سے تیار کیا جاتا ہے مکھن نکالنے کی ترکیب بھی نہایت ہی سادی اور ابتدائی زمانے کے اصول کی ہے بھیڑ کی ایک بڑی کھال کی مشک جس میں دودھ بھرا ہوتا ہے دو رسیوں میں باندھ کے آڑی آڑی لٹکائی جاتی ہے اور خاندان کی کنواری لڑکیاں اسے جھونکے دے دیکے ہلاتی ہیں اس کوشش سے تھوڑی دیر میں دودھ میں سے مسکا نکل آتا ہے - پنیر کا زیادہ رواج ہے اس میں ایک قسم کی گھانس بھی ڈالی جاتی ہے جس میں پیاز کی سی بو آتی ہے -

کردی عورتوں کا لباس ترکی خاتونوں کے لباس سے ملتا جلتا ہے نیچے ایک آستینوں دار ڈھیلا کرتا اور عثمانی عورتوں کا سا جوڑا پاجامہ - پاجاموں پر بجائے ازار بند کے کمر کے پاس ایک پیٹی ہوتی ہے جس میں سونے یا چاندی کی خوبصورت ڈاب لگی ہوتی ہے کرتے کے اوپر وہ ایک عبا کی ایسی چیز پہنتی ہیں جو گلے کے پیچھے گھنڈی تکمہ سے اٹکی آگے سے کھلی اور نیچے ٹخنے تک لٹکتی رہتی ہے یہ عبا معمولاً گجرات یا قسطنطنیہ کے ریشمی دھاری دار یا رنگ برنگ بیل بوٹوں دار کپڑے کی ہوتی ہے اور کبھی اس میں زردوزی اور کامدانی کا کام بھی ہوتا ہے اس قبا کے اوپر وہ ایک پیراہن پہنتی ہیں جو انکی زبان میں بشی کہلاتا ہے اور عموماً گرم ہٹ اور ساٹن کا ہوتا ہے اسکی قطع انگریزوں کے گون سے ملتی جلتی ہوتی ہے مگر اسکی آستینیں چست اور اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ کہنیوں تک بھی نہیں

پہونچتیں جاڑوں کے موسم میں وہ اِس گون کے عوض اکثر ایک روئی کا لبادہ یا اپنا قومی لباس چارقبہ پہنتی ہیں جو زرد اور سُرخ رنگ کے اون کا ہوتا ہے پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان اُسکی بندش رہتی ہے اور گھٹنوں سے زیادہ نیچا نہیں ہوتا مگر سب سے زیادہ حیرت انگیز سر کا لباس ہے مختلف رنگوں کے لمبے لمبے رومال جوڑ کے قوس قزح کے سب رنگ ترتیب سے جمع کئے جاتے ہیں اور اُنکی باہمی بندش سے اور پینوں سے اٹکا اٹکا کے یہی مقنداؤں کی طرح ایک لمبی دو فٹ اونچی ٹوپی بنائی جاتی ہے جو سر پر تاج کی وضع سے پہنی جاتی ہے اور اُسکے رومالوں کے سرے چوٹی کی طرح ایڑی تک لٹکتے رہتے ہیں بعض ٹوپیوں میں پچکا بھی لگا ہوتا ہے اور اُس پچکے میں چاندی کی چھوٹی چھوٹی پتیاں بنا کے زیور کی طرح قریب قریب لگائی جاتی ہیں۔ اور مختلف وضع کے سکوں اور شیشے کے رنگ برنگ دانوں کے ہار بنا کے بھی اُس میں لٹکائے جاتے ہیں ان ٹوپیوں کے پہننے میں اگرچہ بڑی زحمت ہے اور بالوں کو نقصان بھی پہونچتا ہے حتی کہ بعض عورتیں گنجی ہو جاتی ہیں مگر کہا جاتا ہے کہ کُرد خاتونوں کو وہ اِس قدر عزیز ہیں کہ رات کو بھی سر سے جدا نہیں کی جاتیں اور اُنکے ٹکانے کیلئے خاص قسم کے چھوٹے چھوٹے تکیے بنائے جاتے ہیں جو سر کے نیچے والے تکیوں کے علاوہ ہوتے ہیں۔

کسان کُردوں کی عورتوں کا لباس بھی یہی ہے مگر وہ کم قیمت سادہ اور روئی کا ہوتا ہے۔ اور اُنکے لباس کا رنگ عموماً نیلا ہوتا ہے۔ خصوص چارقبہ جس کا نیلا پن زیادہ گہرا ہوتا ہے اور نیچے کی طرف اس میں ایک سفید حاشیہ رہا کرتا ہے اُنکی ٹوپیاں بھی چھوٹی ہوتی ہیں اور کھلے ہوئے بال چہرے پر لہرایا کرتے ہیں۔

کُرد اگرچہ مسلمان ہیں مگر جب وطن سے باہر ہوتے ہیں برقع پہننے کی بہت کم پابندی کرتے ہیں۔ سلیمانیہ یا اُسکے سے بڑے شہروں میں معزز کُرد خاتونیں ایک نیلی چادر اوڑھتی اور آنکھوں کے سامنے گھوڑے کے سیاہ بالوں کی ایک جالی رکھتی ہیں یہی وضع ایشیائے کوچک کے دہاتی ترکوں کی ہے۔ مگر ادنے طبقہ کی کُردنیں بغیر برقع و نقاب کے باہر کی آمد و رفت کرتی ہیں۔ دہات کی کُردنیں سفر پر جاتے وقت برقع کا استعمال کرتی ہیں مگر خانہ بدوش قوم کی عورتیں جب سفر میں ہوتی ہیں روئی کے ایک رومال سے چہرے کا کسی قدر حصہ چھپا لیا کرتی ہیں۔ ترکی خاندانوں کیطرح

کردوں کی حرم سراؤں میں بھی مرد خدمتگار اور غلام آزادانہ آمد و رفت کرتے ہیں جس میں
کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح مردمہماں کا استقبال بھی سارا خاندان کرتا ہے
جس میں مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی۔

مگر اس آزادانہ معاشرت کے ساتھ خاتوناں کرد عموماً نہایت باعصمت اور
پارسا ہیں۔ اور نہایت ہی معزز و شریفانہ زندگی بسر کرتی ہیں۔ نہ اُن میں وہ کمزوری
اور بزدلی ہے جو عموماً ارمنی عورتوں میں پائی جاتی ہے اور نہ انہیں وہ شوخی اور
بیباکی ہی جو اکثر ترکیہ خاتونوں میں پائی جاتی ہے سارے ملک میں جتنی قومیں آباد ہیں
اُن سب میں کردنوں کی عصمت شعاری بڑھی ہوئی ہے اور اسی وجہ سے گویا یہ عام
قومی قانون بن گیا ہے کہ کوئی منکوحہ عورت زنا کی مرتکب ہو تو شوہر اُسے مع اُس کے
آشنا کے قتل کر ڈالتا ہے۔ ملکی قانون ایسے مواقع پر کسی قسم کی بازپرس نہیں کرتا قوم
اُس غیرت مند بہادر کی نہایت ہی عزت و حرمت کرتی ہے جس نے اُن گنہگاروں
کو قتل کر ڈالا ہو اور اُسکے کارنامے قومی مفاخر کی طرح ہر جگہ بیان کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ
ایسی روایتیں اُن میں کثرت سے مشہور ہیں اور فخریہ بیان کی جاتی ہیں۔ شوہر ہی نہیں
دیگر قرابت داروں نے بھی ایسی ناموریاں حاصل کی ہیں چنانچہ ایک پندرہ برس کے
لڑکے نے اپنی سوتیلی ماں کو کسی نامحرم سے ماتوف دیکھ کے مع اُسکے شریک گناہ کے عین
حالت سیہ کاری میں قتل کر ڈالا اور قوم میں ایک غیرت مند بہادر مشہور ہوا۔ یہ جوش
غیرت اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ قاتل کی تعریف ہو نا در کنار گنہگار مقتول کے اعزہ علانیت
کی طرف رجوع بھی نہیں کرتے۔ اور اُنکے قرابت دار و احباب رسم تعزیت ادا کرنا بھی ضروری
نہیں خیال کرتے ہیں۔

اُن میں بعض عورتوں کے کارنامے بھی مشہور ہیں جنھوں نے اپنی عصمت بچانے کیلئے
غیر معمولی شجاعت ظاہر کی۔ ایک عصمت شعار کرد خاتون کسی بے وفا خادم کے ساتھ
میکے سے سسرال جا رہی تھی جو ایک دن کے راستے پر تھی نوکر نے بدنیتی سے سفر میں اتنی
دیر لگائی کہ راستے ہی میں آفتاب غروب ہو گیا۔ اور راستے کے پر خطر ہونے کے باعث انھیں
راستے کی ایک اجاڑ اور سنسان سرا میں ٹھہر جانا پڑا جو چوروں اور بدمعاشوں کی وجہ سے
بدنام تھی غرض خاتون سرا کے بالاخانے میں ٹھہری اور نوکر نیچے اصطبل میں گھوڑے

باندھ کے اوپر گیا۔ اور بے تکلف اپنی مالکہ پر دست درازی کر بیٹھا۔ وہ خاتون اُسکی بدنیتی
کو پہلے ہی سے تاڑ گئی تھی اور ایک چاقو نکال کے اپنے پاس رکھ لیا تھا نوکر کا دست درازی
کرنا تھا کہ اُسنے ایک ہی حربے میں چاقو اُسکے حلقوم میں پیوست کر دیا یہ ایسا کاری زخم تھا
کہ نوکر چیخ کے گرا اور تڑپ کے مر گیا اب اُس کمرے میں چونکہ ایک لاش پڑی ہوئی تھی لہذا عورت
کو مارے ڈر کے نیند نہ آئی ایک کونے میں خاموش بیٹھی ہوئی تھی کہ باہر سے گھوڑے کی
ٹاپ کی آواز آئی اور اُسے یقین ہو گیا کہ اِس اجاڑ مقام میں اور ایسے نازک وقت میں سوا
کسی ڈاکو کے اور کوئی نہیں آسکتا۔ دل ہی دل میں سہم رہی تھی کہ معلوم ہوا کہ نو وارد
شخص گھوڑے سے اترا اور اپنے راہوار کے باندھنے کے لئے اصطبل ڈھونڈھ رہا ہے دل
میں کہا کہ اگر اِس نے اصطبل میں جا کے ہمارے گھوڑے دیکھے تو غضب ہی ہو جائے گا اِسے
ایسا ڈرانا چاہیے کہ باہر ہی سے پلٹ جائے۔ چنانچہ چاقو پھر ہاتھ میں لیا اور مقتول
نوکر کا ایک بازو کاٹ کے نو وارد کے آگے پھینک دیا مگر اُسپر کچھ اثر نہ ہوا۔ تب اُس نے
کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دوسرا بازو کاٹ کے پھینکا نو وارد نے جو اس طرح دو کٹے ہوئے
بازو اپنے آگے گرتے دیکھے تو اُسے بھوتوں کا خیال ہوا۔ اور چلا کے کہا تم چاہے جو کوئی
ہو مگر اتنا جان لو کہ میں ڈرنے والا آدمی نہیں۔ میں شہر کیسان کا دیر غو ہوں۔
یہ کلمات سنتے ہی عورت بے تحاشا کہہ اٹھی وہ دیر غو! (کیونکہ یہ اُسکے پیارے شوہر
کا نام تھا) تم ہو تو آؤ۔ میں تمہاری عزل (چاہیتی بیوی) ہوں۔ اس لیے آؤ اور مجھے
بچاؤ یہ خلاف امید جواب سُن کے حیرت زدہ دیر غو اوپر آیا۔ اور اپنی بی بی کی زبانی
اُسکی سرگذشت سُنی۔ بیوفا اور بدکار خادم کی لاش دیکھی اور معشوقہ کا شکر گزار ہوا
اور پہلے سے زیادہ اُسکے رُخ زیبا کا شیدا ہو گیا دیر غو کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ
میری بی بی آج ہی آنیوالی ہے اُسکے یہاں آنیکا صرف یہ سبب ہوا تھا کہ ایک صحبت میں
چند ہم سن احباب نے اُسکی بہادری میں شبہہ کیا اور کہا اگر دل کے مضبوط ہو تو سرائے پاس
اسی سنسان سرا میں آدھی رات کو جا کے اپنی کوئی نشانی چھوڑ آؤ۔ چنانچہ اسی غرض کے
کیلئے وہ آیا اور اپنی بی بی کو ساتھ لیکے گھر گیا ایسی ہی ایک باعصمت کُردی خاتون مسٹر
بیتشن کو بھی اپنے سفر کردستان کے وقت ملی اُسنے ایک ترک شخص کو جسنے اُسکی عصمت پر حملہ
کیا تھا پیچھے سے بھونک کے مار ڈالا انکا بیان ہے کہ یہ عورت مردانے بھیس میں فیض اللہ آفندی

کے ہمراہ رہتی تھی اور ایک وفادار خدمتگار کی طرح اُنکی خدمت گزاری کرتی تھی۔

بلبسی قبیلہ جس کا نام آچکا ہی اُسکی عورتیں دیگر قبائل کُرد کی عورتوں سے زیادہ جفاکش و دلیر مشہور ہیں۔ حتی کہ رہزنی اور لوٹ مار کرتی ہیں۔ اور چونکہ خدا نے انھیں حسین و نازنین اور پری جمال و مہ جبین پیدا کیا ہے اسلیئے اپنی تاخت و تاراج میں بھی عجیب عجیب طرح کی ناز آفرینیاں دکھاتی اور لوٹتے وقت طرح طرح کی شرارتوں سے پیش آتی ہیں۔ جو بدنصیب تاجر یا سیاح اُنکے ہاتھ میں پھنس جاتا ہے اُسے انتہا درجے کا بدقسمت خیال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اپنے جھرمٹ میں لے لینے کے بعد یہ ستمگر جادو نگاہیں اُسے ایسی دلفریب ادائیں اور ایسے جانستاں ناز و انداز دکھاتی ہیں اور اس طرح دل چھین کے اُسے اپنے حسن پر مائل اور اپنا شیدا بنا لیتی ہیں کہ غریب بے اختیار کہہ اُٹھتا ہی ؏

قربان نگاہے تو شوم باز نگاہی

آخر بیتابی اُسے طالب وصل بناتی ہی اور حرف مطلب زبان سے نکل ہی جاتا ہی یہ کلمہ زبان پر آیا اور اُن شریر غارتگر دین و ایمان دلرباؤں نے اُسے اِس گستاخی کی سزا دینا شروع کی یہ سزا بھی عجیب طرح سے لگاوٹ بازی کا پہلو لئے ہوئے ہوتی ہی کوئی شوخ ادائی سے قریب آکے چٹکیاں لیتی ہی کوئی ناخنوں سے منہ کھسوٹ لیتی ہے کوئی خاردار ٹہنیوں سے مارتی اور سارا بدن لہولہان کر دیتی ہی غرض یہ کافر ماجرا رہزنیں یونہیں کھلا کھلا کے اور ستا ستا کے اپنے انسانی شکار کی جان لیتی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہندوستانی شعرا اگر اُنکے پاس بھیج دئے جائیں تو اُنکے شاعرانہ مالیخولیا کا بہت اچھا علاج ہو جائے کیونکہ اپنی تمام آرزوں میں کامیاب ہو کے بہت جلد شہید ناز ہو جائیں گے۔

کردوں کی معاشرت اور خاندانی زندگی میں عورتوں کا درجہ مردوں کے برابر ہی گھر گرہستی ہی نہیں قومی پالٹکس میں بھی وہ شریک ہوتی ہیں اور اہم معاملات کے طے کرنے کی تدابیر سوچتی ہیں۔ شاید اسی مساوات کے باعث اُن میں خاندانی محبت بھی دیگر اقوام سے زیادہ ہی اور مردوں کا سلوک ماں بہنوں بیٹیوں اور بیبیوں کے ساتھ بہت اچھا ہے بی بی چاہے کیسی ہی ضد کرے شوہر اشتعالات کے سوا کبھی سختی کا برتاؤ شاذ و نادر ہی کرتا ہے کسی کردی سردار کا یہ واقعہ اُن میں مشہور اور خاندانی برتاؤ کا اچھا نمونہ پیش کرتا ہے کہ [illegible] وقت موج تو بہت سی تھی مگر اُسکی بی بی کے ہاتھ لگے [illegible]

کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی ایک عید کو تمام ماتحتوں کی بیبیاں اُسے آداب بجالانے اور مبارکباد دینے کو آئیں تو انھیں پر تکلف ریشمی کپڑے اور سونے کا مرصع زیور پہنے دیکھ کے نہایت کبیدہ خاطر ہوئی۔ اور میاں گھر میں آئے تو اُنواٹی کھٹواٹی لے کے پڑ گئی سبب پوچھا گیا تو کہا ادنےٰ ادنےٰ لوگوں کی عورتیں جواہرات سے لدی ہوئی ہیں اور میں باوجودیکہ سب سے زیادہ معزز و محترم ہوں ایک چیز بھی نہیں رکھتی۔ میاں نے کہا تمہاری عزت حکومت اور فوج کی کثرت سے ہے نہ زیور و جواہرات سے۔ اگر میں زیور فراہم کرنے کی کوشش کروں تو فوج کو کس کے گھر سے لا کے دوں۔ بی بی نے کہا میں فوج سے باز آئی مجھے تو زیور جواہرات اور بھاری کپڑے چاہیئے میاں نے کہا اچھا تو اب میں سپاہیوں کو برطرف کئے دیتا ہوں اور انکی تنخواہ کی رقم سے تمہیں زیور لئے دیتا ہوں یہ کہہ کے اُس نے کچھ زیور منگا کے بازار سے لا دیا اور تین چار روز بعد فوج والوں سے کہا کہ تم لوگ رات کے وقت آ کے شہر گھیر لو اور صبح تک گھیرے پڑے رہو۔ صبح تڑکے بی بی نے کھڑکی سے جھانک کے دیکھا تو چاروں طرف ہزاروں آدمی اس وضع میں نظر آئے کہ گویا شہر پر حملہ کرنے ہی کو ہیں۔ گھبرا کے میاں کو اُٹھایا کہ دشمن نے شہر گھیر لیا ہے جلدی اُٹھ کے مقابلہ کرو۔ میاں نے انگڑائی لیکے کہا میرے پاس اب فوج تو ہے نہیں کہ مقابلہ کر سکوں۔ تم اپنا زیور دے دلا کے انھیں راضی کر دو بی بی نے کہا زیور سے کیا ہوگا خدا کے لئے جلدی اُٹھو میاں نے بے پروائی سے جواب دیا اب کوئی تدبیر میرے امکان میں نہیں ہے۔ بی بی نے لرز لرز کے خوشامد کرنا شروع کی تب شوہر نے کہا اچھا تو اپنا زیور لا دو تاکہ میں اُس کا لالچ دلا کے موقوف شدہ فوج کو پھر مرتب کروں۔ بی بی نے فوراً سارا زیور اُتار دیا۔ اور میاں نے دکھانے کو کچھ فوج تیار کی اور محاصرہ کرنے والوں سے کہلا بھیجا کہ اب تم منتشر ہو جاؤ اور اپنے گھروں میں چلے جاؤ۔ اس طرح نہایت خوش عنوانی سے ایک شریف و معزز کرد نے اپنی بی بی کو نصیحت کا سبق دیا مگر اُسکو ناراض کرنا گوارا نکر سکا۔

لیکن باوجود اسکے خانہ بدوش کردوں کی عورتیں قبائل کے باہمی جھگڑوں اور معرکہ آرائیوں میں بہت زیادہ دخل دیا کرتی ہیں۔ تدبیروں سازشوں اور کل پولیٹیکل کارروائیوں سے اچھی طرح واقف ہوتی ہیں اور بڑی بڑی خونریزیاں اور لڑائیاں اُنکے توسط سے طے ہو جاتی ہیں مردوں کی طرح وہ بھی یکایک گھوڑوں پر چڑھ کے

حملہ کرنے۔ جھٹ پٹ اسلحہ سے آراستہ ہو جانے اور داد شجاعت دینے میں مشاق ہیں اور ان
نازک کاموں کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہیں۔

مسٹر ملیجن خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ شکیہ قبیلہ کے کردوں میں ایک مرتبہ
قتل اور خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ مغلوب فریق اپنی ۲۴ لاشیں چھوڑ کے بھاگ
کھڑا ہوا۔ اور حاکم وان کے پاس آدمی بھیجا جس نے مصالحت و تحقیقات کیلئے ایک
کمیشن روانہ کیا۔ کمیشن والے موقع واردات پر پہونچے تو کیا تماشا دیکھتے ہیں کہ عورتوں
کا ایک غول موجود ہے جس میں خوبصورت اور جوان عورتیں سیاہ نقابیں چہرہ پر
ڈالے روتی پیٹتی اور زور شور سے بین کرتی آگے آگے جا رہی ہیں انکا یہ ماتم اور اظہار
رنج والم اس قدر دل لبھانے والا اور موثر تھا کہ جو دیکھتا اسکا دل نرم ہو جاتا پھر
اسکے ساتھ وہ فیاضی بھی برابر کر رہی تھیں کیونکہ تماشائیوں اور راہ گیروں کو چھ کی
تقسیم کرتی جاتی تھیں عورتوں کی اس کاروائی کا یہ اثر ہوا کہ نہ حکام کی دخل ہی کی ضرورت
پیش آئی اور نہ متخاصم فریقوں میں نزاع باقی رہی نہ ملزموں کو سزا دی گئی اور نہ
شکست کھانے والوں کے دل میں اپنی توہین کا خیال باقی رہا۔

انکی عورتیں بعض اوقات سلطنت کے خلاف بھی سرکشی کر گزرتی ہیں اور چاہے کیسا
ہی معزز عہدہ دار ہو اسے انکی گستاخیاں برداشت ہی کرنا پڑتی ہیں۔ علاقہ وان میں ایک
شاہی تحصیلدار صاحب سرکاری مالگزاری وصول کرنے کو آئے۔ اور کردوں کے رئیس
قبیلہ کے خیمے میں فروکش ہوئے اب ان تحصیلدار صاحب کا تو یہ طرز عمل تھا کہ دھوکا
دے دیکے اور بھلا دے میں ڈال ڈال کے کردوں کے خیموں پر پہونچے اور انکی جائداد
کے پتہ لگانا چاہتے۔ ادھر کرد عورتوں کی یہ کوشش رہتی کہ کوئی چیز تحصیلدار صاحب
کی نظر سے نہ گزرنے پائے ورنہ بھا پئین گے۔ ان متضاد کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ
ایک دن عورتوں اور تحصیلدار صاحب سے بگڑ گئی اور خوب صورت پریزادوں اور
نازک بدن جادو نگاہوں نے بے تکلف بدن بول دی۔ ہر طرف سے چھڑیاں
اور لاٹھیاں لے لے کے دوڑ پڑیں۔ اور خوب درگت بنائی۔ تحصیلدار صاحب پٹ
پٹا کے رئیس قبیلہ کے خیمے میں واپس آئے اور بہت کچھ رونا روئے۔ سوار قبیلہ سے
عسہ یہ ایک پر تکلف غذا ہے جسے کرد لوگ بڑے مزے کے ساتھ کھاتے ہیں اسکی اصلیت یہ ہے کہ
پنیر ہوتا ہے جس میں گندنے کی طرح پیاز کی بو پیدا کی جاتی ہے

انھیں سمجھا بجھا کے راضی کیا کہ ان عورتوں پر ہمارا کچھ زور نہیں چلسکتا۔ یہ نہ ہمارے بس کی ہیں اور نہ آپکے بس کی جانے بھی دیجئے۔ اگر شکایت کیجئے گا تو خود آپکی بدنامی ہوگی کہ عورتوں کے ہاتھ سے پٹ گئے۔ خلاصہ یہ کہ تحصیلدار صاحب کی سمجھ میں آگیا۔ اپنی واجبی رقم لے لی اور چلتے پھرتے نظر آئے۔

۱۸۵۵ء میں جب دولت عثمانیہ اور روس کے درمیان لڑائی چھڑی ہوئی تھی ایک کردی رسالہ قسطنطنیہ ہوتا ہوا میدان جنگ میں گیا جسکی کمانڈنگ افسر فاطمہ خانم نام ایک ادھیڑ کرد خاتون تھی۔ ہمیں یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ لڑائی میں اُس نے کیسی شجاعت و سپہگری دکھائی لیکن اتنا جانتے ہیں کہ جسوقت وہ قسطنطنیہ کی پھاٹک سے نکل کے حریف کے مقابلے کو چلی ہے اسلحہ جنگ سے آراستہ تھی۔ اور اُسکی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

تعلیم کی حیثیت سے دیکھا جائے تو خانہ بدوش کرد اُس سے بالکل محروم ہیں۔ بلکہ تعلیم سے متنفر پائے جاتے ہیں۔ لیکن ہاں علاقہ سلیمانیہ کے اقامت گزین کرد جو سست اور کاہل ہوگئے ہیں اُنکے بچوں کو قومی ملاؤں کے ذریعہ سے کچھ نہ کچھ تعلیم ضرور ہوتی ہے ان متوطن کردوں کی بی بیاں اور بیٹیاں کم ازکم فارسی زبان میں لکھ پڑھ لیتی ہیں اسلئے یہی اُنکی علمی اور درسی زبان ہے۔ کردی زبان میں ابھی تک تصنیف و تالیف و تعلیم کا سلسلہ ہی نہیں شروع ہوا۔ بعض ملاؤں نے دو ایک کتابیں کردی زبان میں لکھی تھیں مگر پسند نہ کی گئیں۔ اور انکا رواج نہ ہو سکنے کے باعث اس کوشش میں ناکامی ہوئی لیکن یزیدی کرد جنکا مذہب جُدا گانہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اُنکے گیارہ قبائل ہیں جو سات آٹھ ہزار خاندانوں پر حاوی ہیں اُنکو تعلیم سے نفرت ہی نہیں بلکہ اُسکے خلاف سخت تعصب ہے اُن میں سوا اعلیٰ درجے کے مقتداؤں کے جو شاید کچھ شُدبُد ہوتے ہوں سب لوگ جاہل مطلق ہیں۔ اور اُنکی عورتیں بھی زیادہ تاریکی وجہالت کی حالت میں ہیں۔

کُردوں کی زبان نہ فارسی سے نکلی ہے نہ ترکی سے بلکہ دراصل ان دونوں زبانوں سے وہ علاقہ ہی نہیں رکھتی۔ باوجود اسکے ترکی محاورے اور فارسی الفاظ اُس میں کثرت سے شامل ہوگئے ہیں۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ گو کردی زبان کوئی علمی زبان نہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کرد خاتونوں میں پورا پورا شاعرانہ مذاق ہے اس لئے کہ وہ

اکثر گیت موزوں کرتی ہیں جو نہایت ہی با مذاق ہوتے ہیں اور دلوں پر غیر معمولی اثر ڈالتے ہیں۔ ان گیتوں میں عموماً اخلاقی اور قومی واقعات نظم کئے جاتے ہیں۔

کردوں کی کنواری لڑکیاں مجاز ہیں کہ اپنا شوہر آپ منتخب کریں کورٹ شپ یعنے یعنے دولھا و دلھن کا قبل از نکاح باہم ملنا جلنا بھی کسی نہ کسی حد تک ضرور موجود ہے لیکن باوجود اسکے عقد نکاح کے لئے باپ کی رضامندی لازمی ہے۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق بھی پیش آجاتا ہے کہ دولھا دلھن باپ کی ناراضی کے اندیشہ سے خفیہ عقد کرکے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اسکی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ کردوں کی اکثر شادیاں زن و شوہر کی باہمی محبت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لیکن سرداروں کے گھرانوں میں ایسا نہیں ہوتا اُن کی شادیاں اکثر اتحاد و اغراض کی بنا پر ہوتی ہیں۔ اور دولھا دلھن اکثر اوقات ایک دوسرے سے ناآشنائے محض ہوتے ہیں۔ منگنی یوں ہوتی ہے کہ دولھا کا بھائی یا اور کوئی عزیز اُس کا قائم مقام بن کے جاتا ہے اور دلھن اور اُسکے والدین کے لئے کچھ تحفے اور ہدیے ساتھ لیجاتا ہے۔ دلھن والے اُسکی خاطر مدارات کرتے ہیں شربت پلاتے ہیں اور اُسکے ہدیوں کو قبول کرتے ہیں۔

اُنکی شادیوں میں ایک خاص قسم کا ناچ ہوا کرتا ہے جسے وہ چوپی کہتے ہیں الیسا ہی ناچ بلغاریہ اور مقدونیہ والوں میں بھی مروج ہے۔ مگر کُردوں کا یہ قومی رقص یونانیوں کے ناچ ہورا سے زیادہ مشابہ ہے اس رقص میں اُنھیں اس قدر دلچسپی ہوتی ہے کہ بعض لوگ بے بلائے چلے آتے اور شریک رقص ہوتے ہیں ناچنے والے ایک قوس کی وضع میں حلقہ باندھ کے اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کے کھڑے ہوتے ہیں پھر شور کر کر کے ایسی مناسب و موزون حرکت کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے جیسے کسی ہرے کھیت کو ہوا کے جھونکے حرکت دے رہے ہیں۔

رقص کے ساتھ جو باجا بجتا ہے اُسے یہ لوگ بلوان کہتے ہیں اس میں متعدد بانسریاں ایک ساتھ لے اور سر سے بجائی جاتی ہیں جنکے سر ل کے ایک خاص کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ بانسریوں کا یہ نغمہ نرم اور خوش گوار ہوتا ہے اور اُس میں نہایت ہی مناسب و باقاعدہ الاپ کی شان پائی جاتی ہے اس نغمہ کی دھنوں میں خاص اثر ہوتا ہے اور جذبات انسانی اُس سے نہایت برانگیختہ ہوتے ہیں۔ کُردوں کے نغمے اور مزامیر کا

اس قدر باقاعدہ ہونا انکی وحشتناک حالت کے دیکھتے بہت ہی حیرت کے قابل ہے
اس چوپی رقص کا سلسلہ شادیوں کے موقع پر گھنٹوں بلکہ پہروں قائم رہتا ہے
پہلے مرد ناچتے ہیں - پھر انکے بعد عورتین ناچنا شروع کرتی ہیں - مسٹر ریش جنھوں نے
خوش قسمتی سے یہ رقص اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور بڑا لطف اُٹھایا تھا اُس کی
دلچسپ تصویر ان الفاظ میں کھینچتے ہیں -
یکایک بانسریوں نے رقص چوپی کی دھن بلوان شروع کی اور تقریباً تیس خوبصورت
خاتونیں موتیوں کی لڑی کی طرح ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دئے ہوئے نازو
انداز کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی آگے بڑھیں انکا لباس رنگ برنگ اور
ریشمی تھا جس میں اوپر سے نیچے تک سنہری ستارے ٹکے ہوئے تھے - ان سب ناچنے
والی کبک خرام مہوشوں کے چہروں پر نہ نقاب تھی اور نہ برقع میں چھپی ہوئی تھیں میرے
لئے واقعی یہ نیا اور نہایت ہی دلچسپ نظارہ تھا - کیونکہ میں نے ارض مشرق میں
عورتوں اور خاصکر معزز و محترم خاتونوں کو بغیر کسی ادنے جھجک کے یوں آزادی کیساتھ
مردوں کے سامنے آتے اور انکے گروہ میں مل جاتے نہیں دیکھا تھا - اب دلرباؤں کی یہ
سلک مروارید آہستہ آہستہ حرکت کرنے اور لہرانے لگی نازو انداز سے وہ ایک قدم آگے
بڑھتین اور پھر ایک قدم پیچھے ہٹ جاتین یہ پری وش ناچنے والیاں اپنے چھریرے تیلے
جسموں اور نازک سروں کو اس خوبصورتی سے تولتیں اور ایسی موزوں حرکتیں کرتیں
کہ دیکھنے والوں کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا تھا اس رقص کے ساتھ بانسریوں کا شیریں
و نرم نغمہ بھی تھا جسکی گت سے باہر کسی کا قدم نہ پڑتا تھا - تقریباً آدھ گھنٹہ تک یہ
سماں قائم رہا اسکے بعد باجا بجنا موقوف ہوا - اور دلربا خاتونین برقع پہن پہن کے
اپنے گھر چلی گئیں -
چھوٹی اور محدود صحبتوں میں جہاں اغیار نہیں ہوتے اکثر نوجوان عاشق اور انکی معشوقہ
لڑکیاں ایک ساتھ مل کے بھی ناچتی ہیں اُس ناچ مین ناچتے وقت دونوں کے چہروں پر
عجیب قسم کی متانت برسنے لگتی ہے جسکے باریک دامن کے نیچے سے کبھی محبت و عشق کے
جذبات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور کبھی خودداری و غرور حسن کے - گو یہ رقص دیکھنے کے قابل
ہے مگر افسوس غیروں کی نظر اسکی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ سکتی - بڑی صحبتوں میں

یہ عام قاعدہ ہے کہ مرد الگ ناچتے ہیں اور عورتیں الگ۔ اگرچہ تماشائی عورتیں پوری بے حجابی کے ساتھ موجود رہتی ہیں۔ نہ اُنکے چہروں پر نقاب ہوتی ہے اور نہ گھونگٹ ہوتا ہے۔ کُردوں میں عقد نکاح کی تکمیل ایک مقتدا کی موجودگی میں ہوتی ہے جو امام کے نقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ دولہا اپنے اعزا و اقارب اور احباب کو ساتھ لیکے دلھن کے گھر پر آتا ہے اور جب رسوم نکاح پورے ہو جاتے ہیں تو دلھن کو گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے گھر لیجاتے ہیں کُرد عموماً ایک ہی بی بی پر قناعت کرتے ہیں۔ تعدد ازدواج کا اُن میں رواج نہیں اور طلاق بھی گو جائز ہے مگر اسکے واقعات اُن میں شاذ و نادر ہی سُنے جاتے ہیں حتے کہ اظہار نفرت کے محل پر اُنکی زبان سے بار ہا یہ کلمہ سُنا جاتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو میری بی بی کو طلاق ہے۔

مگر اُن میں سے جو لوگ یزیدی مذہب کے پیرو ہیں اور یزیدی کُرد کہلاتے ہیں وہ اکثر کئی بی بیاں رکھتے ہیں۔ عام طور پر اُنکی تین بیبیاں ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی زیادہ مروج ہے کہ قریبی رشتہ داروں خاصکر سالوں سالیوں کے قبیلہ میں شادی ہوتی ہے اور چونکہ تعدد ازدواج کا رواج ہے اس لئے اُنکو طلاق دینے میں بھی زیادہ باک نہیں ہوتا۔ نکاح کی رسم خود اُنکے شیخ کے ہاتھ سے ادا ہوتا ہے ابتدائی مراتب دوستوں اور رشتہ داروں کے ذریعہ سے طے ہو جاتے ہیں نکاح میں مقتدائے قوم پہلے دولہا دلھن کے لئے ایک دعا پڑھتا ہے جسکے ختم ہوتے ہی دولہا اپنے شیخ یا امام کو ایک بڑی سی روٹی دیتا ہے شیخ اُسے لیکے اُسکے عوض ایک متبرک اور چڑھاوے کی روٹی اُسکے حوالے کرتا ہے جو دولہا دلھن دونوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اور اسی پر عقد نکاح کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

بعض یزیدی نوجوانوں کی نسبت مشہور کیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا دعا اور رسم کے وقت بہتے پانی میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جس سے انکا منشا یہ ہوتا ہے کہ معاہدۂ نکاح میں جو کچھ پابندی اپنے ذمہ عائد ہوئی ہے وہ اس پانی میں دھُل جائے گی۔ چنانچہ جو یزیدی ایسی کارروائی کرسکے ہیں خیال کرتے ہیں کہ اب خلاف ورزی معاہدہ کوئی گناہ نہیں ہے یزیدیوں میں جو ادنے طبقہ کے معمولی لوگ ہیں اُن رسم نکاح کی تکمیل پیروں اور قوالوں کے ہاتھ سے ہوتی ہے لیکن معززین قوم کا نکاح شیخ ناظر یا مقتدائے اعظم خود آکے پڑھتا ہے۔

مسلمانوں کے طرزِ معاشرت میں تعزیت اور تجہیز و تکفین کے موقع پر نہایت ہی غیر معمولی خاموشی و متانت ظاہر کی جاتی ہے مگر کُردوں میں اسکے خلاف نوحہ و ماتم اور شور و ہنگامہ کا بہت ہی روح فرسا سماں نظر آیا کرتا ہے مرنے والا اگر کوئی معزز و محترم شخص ہوا تو جنازے کے ساتھ بیرقین اور فوجی علم لہراتے جاتے ہیں۔ کرمان شاہ (مملکت ایران) اور بعض دیگر مقامات کے کردوں میں اتنی اور ترقی ہوتی ہے کہ جنازے کے ساتھ لوگ قبر تک گاتے بجاتے بھی جاتے ہیں۔

جنازہ جیسے ہی گھر سے روانہ ہوتا ہے تمام زن و مرد چیختے چلاتے روتے پیٹتے بال نوچتے اور گریباں چاک کرتے یکایک گھر سے باہر نکل پڑتے ہیں کوئی آسمان کی طرف حسرت سے ہاتھ اُٹھاتا ہے کوئی بیتابی سے آگے کو جھک جاتا ہے۔ کوئی ماتم کرتا اور کوئی سر پر خاک اُڑاتا ہے غرض آواز سے بھی اور حرکات سے بھی طرح طرح کی بیتابیاں اور بے قراریاں ظاہر کی جاتی ہیں مگر یزیدیوں کے رسوم تجہیز و تکفین سب سے انوکھے اور دلچسپ ہیں جیسے ہی کسی یزیدی پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے فوراً ایک قوال بلوایا جاتا ہے جسکو اُنکے رسوم بجالانے میں بہت دخل ہے وہ آتے ہی جاں بلب شخص کے مُنہ میں پانی ٹپکاتا ہے اور اگر اتفاقاً پانی ٹپکانے سے پہلے ہی کسی کا دم نکل گیا تو پھر قبرستان میں لے جانے کے بعد اُسکے مُنہ میں تھوڑا پانی ڈال دیا جاتا ہے۔

یورپ کے مسیحی سیاحوں کو سب سے بڑی فکر اکثر اس بات کی رہا کرتی ہے کہ کسی فرقے کو ادھر اُدھر کی تاویلیں کرکے دائرہ اسلام یا مسلمانوں کی جماعت سے خارج کردیں گو اس کوشش میں خود مسلمان اُنسے زیادہ اُنکی مدد کررہے ہیں اور ہر فرقہ بلکہ ہر موجودہ عالم دوسرے کو کافر و مشرک یا کم سے کم فاسق بنا دیتا ہے اس پانی ٹپکانے کی رسم پر ہمارے مغربی محققین نے یہ قیاس دوڑایا ہے کہ یزیدی چونکہ اصل میں آتش پرست ہیں لہٰذا یہ رسم آتش پرستی کی یادگار ہے اور گو اب پانی ٹپکانے کا رواج موجودہ پارسیوں میں بھی نہ ثابت کیا جاسکے لیکن یہ دلیل کافی ہے کہ مجوس کے عقائد میں عناصر اربعہ پاک اور قابل پرستش ہیں لہٰذا پانی ٹپکانے سے گویا مرنے والے کی تطہیر کی جاتی ہے اور ہمارے دوستوں کو یہ خبر نہیں کہ پانی ٹپکانے کا مسلمانوں میں ہر جگہ رواج ہے جسکا سبب یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کوئی شخص بلکہ کوئی جانور بھی پیاسا نہ مرے۔ مرتے وقت نزع کی تکلیف

اکثر حلق خشک ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ آہستہ آہستہ پانی ڈال کے اسکا حلق تر کرتے رہتے ہیں اسکو آتش پرستی کی رسم قرار دینا ویسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ مُردے کو پانی سے نہلانا ایک قسم کی مجوسیت ہے کیونکہ پانی کے ذریعہ سے تطہیر کی جاتی ہے۔

یزیدیوں میں یہ بھی معمول ہے کہ مُردے کے کفن میں روٹی کا ایک ٹکڑا اور دو ایک پیسے رکھ دئے جاتے ہیں اور ایک چھری بھی ضرور رکھوی جاتی ہے اسکا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب منکر نکیر آئیں گے اور سوال کریں گے تو متوفی شخص پہلے انھیں روٹی کا ٹکڑا دکھا کے لالچ دلائیگا۔ پھر روپیہ دے کے اپنے موافق بنائے گا اور اسپر بھی نہ مانا تو لکڑی ہاتھ میں لیگا اور لڑ بھڑ کر زبردستی جنت میں گھس جائیگا مردے کے دونوں ہاتھ وہ سینے پر رکھ دیتے ہیں جو صلیبی وضع سے ایک دوسرے کا تقاطع کرتے رہتے ہیں تعجب ہے کہ اس رسم کی بنیاد پر ہمارے جدید محققین نے انھیں عیسائی نہ بنا دیا۔

ان میں میت جب تک گھر پر رہتی ہے قوال پاس بیٹھ کے معرفت کی غزلیں گایا کرتے ہیں اور جب جنازہ چلتا ہے تو وہ لوگ اسی طرح گاتے بجاتے اور انگیٹھیاں ہاتھ میں لئے جن میں عود و لوبان سلگتا رہتا ہے ساتھ جاتے ہیں دفن کے بعد متواتر کئی دن تک مرحوم کے اعزا و اقارب اور احباب عام اس سے کہ مرد ہوں یا عورتیں ہر صبح و شام کو قبر پر جاتے ہیں عورتیں وہاں جاکر نوحہ و بکا کرتی اور روتی بیٹھتی ہیں اور مرد لوبان سلگا کے قبر کے گرد تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھتے ہیں اظہار تعزیت کے موقع پر عورتوں کی وضع میں صرف اتنا تغیر ہوتا ہے کہ چہروں پر سیاہ نقاب ڈال کے گھر سے نکلتی ہیں۔

کردوں کے رسم و رواج کا تو تھوڑا بہت ذکر ہو چکا اب ہم انکے معتقدات اور مذہبی خیالات کی طرف توجہ کرتے ہیں سچ یہ ہے کہ کرد لوگ مملکت عثمانیہ کے پٹھان ہیں یہاں پٹھانوں کا اجڈپن مشہور ہو وہاں کردوں کا اجڈپن جسطرح یہاں مشہور ہے کہ پٹھانوں میں آجتک کوئی ولی نہیں پیدا ہوا اسی طرح وہاں شہرت ہے کہ کردستان میں کسی ولی کا پیدا ہونا منجملہ محالات ہو اپنے اکھڑپن اور جہالت سے وہ لوگ بعض مذہبی مسائل میں بھی ردّ و بدل اور ترمیم و تنسیخ کر لیا کرتے ہیں۔ ماہ مبارک رمضان میں کرد لوگ اگرچہ روزے رکھتے ہیں مگر باوجود اسکے دن بھر بے تکلف نارگیلہ (حقہ) بھر بھر کے پیا کرتے ہیں اور کوئی اعتراض کرے تو جواب ملتا ہے دو کچھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟ جو

جو چیز آپ کے زمانے میں تھی ہی نہیں اسکی ممانعت کیسی۔ رہا قیاس تو دھواں چیز ہی کیا ہے
جس سے روزہ ٹوٹے گا اُن میں ایسا سخت اجڈپن ہے کہ ترک لوگ بھی اُنکے مذہبی خیالات
ومعاملات میں بہت کم دخل دیا کرتے ہیں اُنکا معاملہ خود اُنکے ملاؤں کے ساتھ ہے جو
مسجدوں کی خدمت گزاری کرتے نماز پڑھاتے۔ اور امام کے خطاب سے یاد کئے جاتے ہیں
وہی اُنسے شریعت اسلامیہ کی تعمیل کراتے اور وہی اُنکے بچوں کو مذہبی تعلیم دیتے ہیں
لیکن باوجود اسکے ملاؤں کی وقعت اُنکی نظر میں بہت ہی کم ہے عام طور پر مشہور ہے
کہ ملا لوگ بڑے لالچی اور حریص وطامع ہوتے ہیں۔ ملاؤں کی حرص وطمع اور اُنکی بے فیضی
وناخدا ترسی کی مختلف کہانیاں کردوں میں مشہور ہیں جو نہایت ہی بامذاق ومضحک ہیں
مثلاً کہتے ہیں کہ ایک دن ایک مُلّا اور دو جاہل کُرد سفر پر جارہے تھے راستے میں ایک
ندّی پڑی جس سے پیر کے اُترنے کے لئے سب نے کپڑے اتارے ملا صاحب آگے آگے تھے
اور وہ دونوں پیچھے پیچھے۔ ندّی کے درمیان میں تھے کہ مسکے کی چار ہانڈیاں جن میں مسکا
موجود تھا بہتی نظر آئیں ملا صاحب نے لپک کے اُنپر قبضہ کرنا چاہا۔ ایک کو ایک ہاتھ میں لیا
اور دوسری کو دوسرے ہاتھ میں۔ تیسری مُنہ بڑھا کے دانتوں سے پکڑلی۔ مگر چوتھی پر
کچھ زور نہ چلا جو ہمراہیوں میں سے کسی کے ہاتھ لگ گئی۔ یہ دیکھتے ہی ملا صاحب نے
گھبرا کے کہا بھئی لینے کو چاہے تم لے لو مگر میں خدا کی قسم اپنا حصہ بٹا لوں گا۔

اسی طرح مشہور ہے کہ ایک مُلّا صاحب جنکا نام بایزید تھا ایک دن ایک مسجد میں وعظ
کہہ رہے تھے۔ اتفاقاً کسی کام کیلئے اُنکی بی بی بھی اُدھر سے گزریں جو میاں کو دین کی
تعلیم دیتے دیکھ کے ٹھہر گئیں اور سننے لگیں آپ اسوقت فرمارہے تھے مسلمانو تم میں سے
جس کسی کے پاس دو کپڑے ہوں ایک کپڑا خدا کی راہ میں دیدے اور جسکے پاس دو روٹیاں
ہوں ایک روٹی حسبۃً للہ خیرات کرے بی بی کو یہ نصیحت پسند آئی۔ گھر میں واپس آتے
ہی ملا صاحب کے کپڑوں کا ایک جوڑا جو دُھل کے آیا تھا خیرات کردیا اور علیٰ ہذا القیاس
گھر میں جو کچھ غلہ وغیرہ تھا اُس میں سے بھی نصف نکال کے خدا کی راہ میں بانٹ دیا تھوڑی
دیر کے بعد ملا صاحب گھر میں تشریف لائے تو آتے ہی کہا میرے کپڑے بھیگ گئے ہیں وہ
دوسرا جوڑا جو دھو کے آیا ہے لاؤ۔ بی بی نے کہا وہ تو میں نے خدا کی راہ میں دیدیا اور
آدھا غلہ بھی نکال کے بانٹ چکی یہ جواب سنتے ہی ملا صاحب طیش وغضب سے بولے

کیوں؟ آخر سبب! بی بی نے کہا اس لئے کہ تم نے آج لوگوں کو یہی نصیحت کی تھی اب ملا صاحب میں بھلا کہاں تاب تھی جھنجھلا گئے بولے کم بخت عورت ایسی نصیحتیں دوسروں کو کرتا ہوں یا اپنوں کو! میں تو یہ تدبیر کرتا ہوں کہ اپنی آدھی جائداد لوگ مجھے بانٹ دیں اور تو خود میرے گھر کی جمع جتھا لٹائے دیتی ہے؟ اگر یہی حرکتیں ہیں تو دو چار روز میں تو میرے گھر کو تباہ کر دے گی۔

اس سے بھی زیادہ بامذاق اور دلچسپ یہ کہانی ہے جو ہر کرد بچہ کی زبان پر ہے وہ یہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج کو جبریل امین کے ساتھ فردوس بریں میں تشریف لے گئے تو کیا ملاحظہ فرماتے ہیں کہ ایک قوی ہیکل اور عظیم الجثہ فرشتہ کندھے پر ایک بڑا بھاری ڈھول لئے اور آگے کو کسی قدر جھکا ہوا کھڑا ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے، اس فرشتے نے خود ہی بڑھ کے عرض کیا یا رسول اللہ میرا فرض یہ ہے کہ جب کوئی چیز خیرات کرے تو وہ چاہے کتنی ہی ادنے اور حقیر چیز ہو میں ڈھول بجا کے آسمان کے تمام فرشتوں کو مطلع کر دوں کہ فلاں ملا صاحب نے خیرات کی ہے، آنحضرت صلعم نے پوچھا جب سے یہ خدمت تمہارے سپرد ہوئی ہے تم نے کتنی مرتبہ ڈھول بجایا ہے عرض کیا اسکی کبھی نوبت نہیں آئی اور آجتک انتظار ہی میں گزری ہے۔

باوجود ان بدگمانیوں کے اُنکے تمام کام پیروں اور شیخوں کے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ کردوں کے زن و مرد دونوں کو گنڈے تعویذ اور جھاڑ پھونک سے بڑا اعتقاد ہے مغربی سیاحوں کا خیال ہے کہ ہمارے یہاں کے مسلمانوں کے خلاف ایران و ترکی میں جا کر دیکھیے تو ان روحانی چیزوں کا رواج بہ نسبت سُنیوں کے شیعوں میں زیادہ ہے چنانچہ بعض سیاحان یورپ کردوں کی اس قسم کی ضعیف الاعتقادیوں کو شیعیت کا اثر خیال کرتے ہیں لیکن ہم اسکو باور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اُس سرزمین کے سُنیوں پر بھی ہم مشایخ اور فقرا کا بہت بڑا اثر پاتے ہیں۔ درویش اور فقرا جو پیری مریدی کے مختلف خاندانوں سے وابستہ ہیں کردوں میں اُنکی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے جسکے باعث کردی زن و مرد ترکوں سے بھی زیادہ پیر پرست اور اپنے اوہام کے بندے ہوتے ہیں اور فقرا کے کشف و کرامت اور اُنکے تصرفات اور روحانی اقتدارات کے حد سے زیادہ معتقد ہیں۔

سب سے زیادہ عقیدت انھیں خاندان نقشبندیہ کے ایک بڑے ولی شیخ خالد کے ساتھ ہے

جن کا مزار علاقۂ سلیمانیہ میں ہے انھیں کُرد لوگ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا ہم مرتبہ سمجھتے ہیں انھیں حضرت مولٰنا کے محترم لقب سے یاد کرتے ہیں اور اُنکے ملفوظات کو حدیث کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں جو لفظ کہ حضرت رسول خدا صلعم کے اقوال و افعال کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ مقدس ولیوں کے مزار اور زندہ فقیروں کے تکیہ ہر امر میں کُرد خاتونوں کا مرجع و مرکز بنے رہتے ہیں۔ انھیں کی برکت سے بیماروں کو شفا حاصل ہوتی ہے اور آرزومند اپنی تمنائیں پوری کرتے ہیں۔ کوئی بچہ بیمار ہوتا ہی تو سہمی ہوئی ماں اُسے لے کے کسی قریب کے درویش و ولی کے پاس پہنچتی ہے۔ اور وہ بزرگ ہاتھ پھیر کے اُسپر قدم رکھ کے پھونک ڈال کے یا کوئی تعویذ عطا کر کے اُسے اچھا کرتے ہیں۔ قدم رکھنے کا طریقہ ہمیں نیا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایک یورپین سیاح خود اپنی آنکھ کا مشاہدہ بیان کرتا ہی کہ بچہ سامنے چت لٹا دیا گیا تب پیرجی صاحب کھڑے ہوئے دو شاگرد قریب ہی موجود تھے اُنکے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کے کھڑے ہوئے اور بچہ پہ پاؤں رکھ کے بظاہر دو ایک سکنڈ تک اُسی پر پورا بوجھ ڈالا۔

پیر پرستی کردوں میں اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ آرمینیوں کے بعض مسیحی سنیوں (ولیوں) سے بھی استعانت کی جاتی ہی۔ سرپ سرگیس نام ایک مسیحی مقتدا تھا جس کا نام اب سینٹ سرجیوس مشہور ہے۔ کرد سپاہی لڑنے کو گھر سے نکلتے ہیں تو اُس مسیحی ولی کے مزار پر جا کے ایک مینڈھا چڑھاتے اور شمعیں روشن کر کے فتح و نصرت کے آرزومند ہوتے ہیں۔

مسلمانوں میں ہر جگہ مشہور ہی کہ خضر و الیاس خشکی اور تری میں شکستہ حالوں کی مدد کیا کرتے ہیں اس اعتقاد میں بھی کُرد کسی جگہ کے مسلمانوں سے پیچھے نہیں ہیں اسی طرح شہیدوں کی طرف بھی انھیں خاص توجہ ہے بلکہ سمجھا جاتا ہے کہ شہدا و اولیا اگر کبھی اپنی قبروں سے باہر دیکھے جائیں اور لوگوں کو ان دنیوی آنکھوں سے اُنکی زیارت نصیب ہو جائے تو یقین کر لینا چاہیئے کہ کوئی بڑا اہم واقعہ ہونے والا ہے۔

یہ تو عام کُردوں کے عقائد تھے جن میں اور دیگر مقامات کے مسلمانوں کے عقائد میں بہت ہی تھوڑا فرق ہی۔ مگر یزیدی جن کا نام کئی مرتبہ آچکا ہے عجیب و غریب لوگ ہیں اور ان کے عقائد میں بہت ہی تھوڑا فرق ہے۔ مگر یزیدی جن کا نام کئی مرتبہ آچکا ہی عجیب و غریب لوگ ہیں اور اُنکے عقائد بھی انوکھے نظر آتے ہیں اُنکا مذہب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مجوسیت اور اسلام کو ملا کے بنایا گیا ہے یا ان دونوں مذاہب کے امتزاج سے خود ہی پیدا ہو گیا۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ

اسکا اصلی بانی کون ہی انمیں سبسے انوکھی بات یہ ہی کہ خود شیطان کو بُرا تسلیم کرکے اُسکی پرستش کرتے ہیں مسلمانوں کا عام خیال محض نام کی بنیاد پر انکی نسبت یہ ہی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل یزید بن معاویہ کے پیرو ہیں۔ حالانکہ اُنکو نہ یزید سے کوئی واسطہ ہے اور نہ شہادت سیدنا امام حسین کو کوئی اچھی بات خیال کرتے ہیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہی کہ یہ ایک پرانا مذہب ہے جس کا پتہ محققین یورپ کو ہجرت کے تقریباً سو ہی ڈیڑھ سو برس بعد سے لگتا ہی اصل یہ ہے کہ انکا اصلی نام یزیدی نہیں بلکہ یزدی ہوگا جس سے بگڑکے یزیدی بن گیا ہے۔ مجوس کے نزدیک خداوند جل و علا کا ایک نام یزد بھی ہے غالباً اسی لحاظ سے ان لوگوں نے اپنے آپکو یزیدی کہلانا شروع کیا ہوگا انکے عام رسم و رواج میں زردشتیت کا عنصر غالب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ یزدان و اہرمن کی طرح اُنھوں نے دو جُدا جُدا مظاہر خیر و شر قرار دے رکھے ہیں مظہر خیر تو اُنکے نزدیک شیخ عادی نام ایک بزرگ ہیں جنکا مزار ان لوگوں کا سب سے بڑا معبد اور مرکز ہی انھیں کو یہ لوگ خالق خیر یا بھلائی کا دیوتا تسلیم کرتے ہیں اُنکے مقابل شیطان اُنکے نزدیک خالق شر یا بُرائی اور بدکاری کا دیوتا ہے وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیخ عادی چونکہ بالذات سراپا رحم و شفقت ہیں لہذا نافرمانی سے چنداں خفا نہیں ہوتے۔ اور اُنکی پرستش و تعظیم میں کسی قسم کی کمی ہوجائے تو بھی سخت گیری و بازپرس نہیں کرتے لیکن بہ خلاف اُنکے شیطان چونکہ سراپا غیظ و غضب اور سخت برہم مزاج ہی لہذا اُسکے ہاتھ سے ہر وقت ضرر پہونچ جانے کا اندیشہ ہے وہ ڈرنے کی چیز ہے اور ضرورت ہے کہ اُسکی مضرت سے بچنے کے لئے خوشامد کے طریقے سے وقتاً فوقتاً اُسکی پرستش کی جائے خلاصہ یہ کہ اُنکے نزدیک اُسکی عبادت رغبت کی بنا پر نہیں بلکہ خوف و اندیشے کے سبب سے کی جانی چاہیے۔ چنانچہ شیطان کی عبادت میں اس قسم کی باتیں عمل میں لائی جاتی ہیں گویا خوشامد کی جاتی ہے تاکہ وہ غیظ و غضب میں آکے نقصان نہ پہونچائے۔ شیطان کی ہیبت ان لوگوں پر اس قدر چھائی ہوئی ہی کہ نہ اُسکی نسبت کوئی لعن طعن کا کلمہ زبان سے نکالتے ہیں اور نہ اُسے اُسکے اُن ناموں سے یاد کرتے ہیں جن سے اُسکا بُرا ہونا مترشح ہوتا ہے اُسکے شر سے بچنے کے لئے جو تعویذ اور نقش کام میں لائے جاتے ہیں اُنمیں بھی صرف ایسے ہی اشارات و کنایات ہوتے ہیں جو اُسکے غصے کو فرو کرسکیں۔ چنانچہ ایک سرخ رنگ کا جنگلی پھول جسے انگریزی میں انی مون کہتے ہیں شیطان کا پسندیدہ پھول باور کیا گیا ہی اور محض اُسکی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یزیدی لوگ انی مون کے ہار بناکے پہنتے ہیں اُسکے گلدستے ہاتھوں میں رکھتے اور اُسکے بند ھنوار دروازوں

پر ٹمکاتے ہیں محض خوشامد کے لئے شیطان کا نام اُنھوں نے اپنی اصطلاح میں ملک طاؤس رکھ لیا ہے اُسی طرح اُسے وہ یعسوب (شہد کی مکھیوں کا بادشاہ) بھی کہتے ہیں۔

جن اضلاع میں یزیدی لوگ آباد ہیں ملک طاؤس کی برنجی مورتین بنا کے وقتاً فوقتاً نکالی جاتی ہیں یہ مورت جو ایک علم کی شان رکھتی ہے اُسکا اُٹھانے والا وقار و تمکنت سے چلتا ہے اُسکے آگے آگے دو یزیدی پیر رہا کرتے ہیں جنکے ہاتھوں میں انگیٹھیاں ہوتی ہیں اور اُنمین عود و لوبان سلگتا رہتا ہے یہ دھواں اِس قدر متبرک خیال کیا جاتا ہے کہ عقیدتمند لوگ اُس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو دھونی دیتے ہیں یہ طاؤسی علم جو سنجق کہلاتا ہے جب کسی گاؤں میں داخل ہوتا ہے تو یزیدیوں میں سے جو شخص سب سے زیادہ نذرانہ پیش کرنے کا وعدہ کرتا ہے اُسکے گھر میں لیجا کے رکھا جاتا ہے اور ملک طاؤس کی سواری دو روز تک اُسکے گھر میں ٹھہرتی ہے اور قوم میں میزبان کی نہایت ہی قدر و منزلت ہوتی ہے ان دو دنوں میں تمام کاروبار اور کل معاملات عام اِس سے کہ چھوٹے ہوں یا بڑے دوسرے وقت کے لئے اُٹھا رکھے جاتے ہیں ملک طاؤس ایک مور کی سی تصویر ہوتی ہے سینہ آگے کو اُبھرا چھوٹا سا سر اور پھیلی ہوئی دم چونچ میں گوشت کی سی کوئی چیز لٹکتی رہتی ہے یہ برنجی چڑیا ایک پیتل کی ڈنڈی پر قائم ہوتی ہے اِس ڈنڈی میں مور کی مورت کے نیچے تلے اوپر پیتل کے دو چراغ ہوتے ہیں جو اُسی میں ڈھلے ہوتے ہیں اُن میں تیل بھرا ہوتا ہے اور دونوں میں سات سات بتیاں ڈال کے روشن کر دی جاتی ہیں یہ ڈنڈی اور چراغ اور مور کی مورت گو سب آپس میں جڑے ہوئے ہیں مگر اِس طرح بنائے جاتے ہیں کہ جب چاہیں اونھیں کھول کے علیحدہ کر لیں مسٹر باجر جو ایک پادری صاحب کی بی بی تھیں مدت تک یزیدیوں میں قیام پذیر رہیں اور اُنھوں نے ملک طاؤس کو اطمینان کے ساتھ پاس جا کے دیکھا تھا۔ اُنکا بیان ہے کہ ملک طاؤس کا سنجق ایک چبوترے پر قائم تھا اور اُسکے برابر تانبے کا ایک آفتابہ رکھا تھا جس میں پانی بھرا ہوا ہوتا ہے یہ پانی بیماروں اور مراد مانگنے والوں کو شفا اور مقصد وری کی غرض سے عطا کیا جاتا تھا یزیدیوں کے سردار حسین بے۔ بہت سے شیوخ۔ پیر اور قوال سامنے جمع تھے اور ایک فقیر بیٹھا ہوا ملک طاؤس کے مناقب بیان کر رہا تھا وہ کہتا تھا کہ فلان عیسائی کو اِسکے فیض سے یہ برکت حاصل ہوئی۔ فلان مسلمان کی یہ آرزو برآئی۔ اور فلاں یزیدی کو ایسی برکت حاصل ہوئی اگر آپ سب اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو ملک طاؤس کے آگے سر جھکا کے طالب فیض ہو جے،،

یزیدیوں کے اضلاع میں اسی قسم کے سات ملک طاؤس موجود ہیں جو عموماً اٹھائے جایا کرتے ہیں اور سات کا شمار اسلئے اختیار کیا گیا کہ یہ عدد یزیدیوں میں نہایت متبرک ہے انکے اٹھانے کا انتظام شیخ ناظر کرتا ہے۔جو ان لوگوں کا افسر سرگروہ اور سب سے بڑا مقتدا ہے۔اور وہی اپنی تجویز سے گشت کا پروگرام مرتب کرتا ہے۔

یزیدیوں کے اکثر رسوم بظاہر زرتشتی مذہب کی یادگار ہیں۔بلکہ زرتشتیوں سے بڑھ کے یوں کہنا چاہیئے کہ انکو قدیم صابی مذہب سے علاقہ ہے صابی مذہب بابل و نینوا والوں کا اصلی مذہب تھا اور چونکہ کرد لوگ پرانی کلدانی قوم کی یادگار خیال کئے جاتے ہیں جو ان ممالک پر متصرف تھی لہذا کوئی تعجب کی بات نہیں اگر ان یزیدی کردوں کا دین مذہب صابی کی زندہ یادگار ہو آگ اور سورج انکے اعتقاد میں اس عالم کے اندر یزد (خدائے خالق خیر) کی یادگار ہیں اس سبب سے یزیدی لوگ نہ آگ میں کبھی تھوکتے ہیں اور نہ اس میں کوئی ناپاک چیز ڈالتے ہیں بلکہ اپنے ہاتھوں اور چہروں کو آگ میں سینک کے پاک کیا کرتے ہیں۔انہیں سے جو لوگ مقتداؤں کے گھرانے کے ہیں وہ روز بلاناغہ سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت اسکے سامنے سر جھکا کر زمین چومتے یا کسی پتھر کو زمین پر رکھ کے اس کا بوسہ لیتے ہیں۔مگر عام یزیدی آفتاب پرستی کی رسم صرف خاص تقریبوں یا زیارتوں کے موقعوں پر بجالاتے ہیں۔مغرب کے وقت ہر مزار کے دروازے پر اور نیز ہر فوارے اور چشمے کے پاس چراغ روشن کیا جاتا ہے۔کیونکہ انکے عقیدے میں پانی یزداں کا مظہر ہے۔اور مچھلی بھی محترم چیز ہے انکی آبادی میں سے صرف ادنے درجے کے لوگ پانی کا کوئی جانور کھاتے ہیں۔ورنہ عبد البحر جو شافعیہ اور دیگر مجتہدین کے نزدیک حلال ہے انکے نزدیک مطلقاً حرام ہے لیکن اثر سے پرنکالیف مذہبی عائد کرنے کا بھی ایک رسم معین ہے یہ رسم زندگی میں مکرر سہ کرر بجالایا جاتا ہے اور اس میں ہوتا صرف اس قدر ہے کہ لوگ جا کے کسی متبرک چشمہ یا فوارے میں عبادات مذہبی سے پیشتر طہارت کرتے ہیں

یزیدی کردوں کے قومی خصائص میں ایک یہ بات بھی ہے کہ نیلے رنگ کو نہایت متبرک خیال کرتے ہیں حتی کہ بے ادبی کے خیال سے اپنے لباس یا اور کسی سامان کو اس رنگ میں ہرگز نہیں رنگتے۔اور اسی نیلگونی کے خیال سے ان میں کرم کلہ وغیرہ ترکاریوں کے کھانے کی بھی سخت ممانعت ہے یہ تو دین اسلام کا اثر ہے کہ حضرت مسیح کی وہ بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں مگر اسپر مسیحیت نے یہ رنگ بھی چڑھا دیا ہے کہ شراب کو جناب عیسیٰؑ کے خون کا قائم مقام تصور کر کے

مقدس ومحترم جانتے ہیں۔ یہانتک کہ جب جام شراب پینے کے لئے لیتے ہیں تو بہت احتیاط کے ساتھ اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہیں تاکہ چھلک کے گرنے نہ پائے اور اگر اتفاقاً کسی یزیدی کے ہاتھ سے شراب کا کوئی قطرہ زمین پر گر جائے تو اُسکا فرض ہے کہ مُنھ لگا کے وہ مٹی چاٹ لے جس میں شراب جذب ہوئی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ان کردوں کو عیسائیوں سے اتنی عداوت نہیں جتنی کہ مسلمانوں سے ہے اور شاید اس کا ایک نمونہ یہ بھی ہو کہ جب اُنکا کسی ارمنی گرجے کی طرف گزر ہوتا ہے تو ٹھہر کے کچھ دعا پڑھ لیتے ہیں اُنمیں کچھ لوگ عیسائیوں کا سا ایک قسم کا اعتراف گناہ اور اُسکی توجہ بھی ہے۔ مگر بالکل نئی اور انوکھی وضع ہے دس آدمی مل کے باہم ایک قسم کا بھائی چارہ کرتے ہیں اور اُن میں سے ایک کو قرعہ اندازی کے ذریعہ سے اپنا سردار یا پیشوا بنا لیتے ہیں اب اسکے بعد یہ ہوتا ہے کہ اُن دینی بھائیوں میں جس کسی سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ اُس پیشوا کے سامنے آکے اقرار گناہ کرتا ہے اور وہ مقتدا دعا۔ روزے یا کسی قسم کی ایذائے نفس کے ذریعے سے اُس کے گناہ کا کفارا کرا دیتا ہے اس پیشوا کو بھائیوں سے یہ معاوضہ ملتا ہے کہ سب مل کے اُسکی دنیاوی ضرورتوں کے متکفل ہوتے ہیں۔ اُسکے گلّے چراتے ہیں اور اس کے بال بچوں کی خبرگیری کرتے ہیں۔

یزیدی لوگ مختلف ذاتوں میں بٹے ہوئے ہیں جنمیں باہم شادی بیاہ بھی نہیں ہوتا اور ہمیشہ ایک دوسرے سے علیحدہ اور ناآشنا رہتے ہیں۔ ان کا مقتدائے اعظم جو شیخ ناظر ایک قسم کے درویش صفت پیر ہوتے ہیں۔ اور کشف وکرامات کے علاوہ بڑے صاحب تصرف خیال کئے جاتے ہیں اور یزیدی ہی نہیں مسلمان زن ومرد بھی بعض بیماریوں کیلئے اُنکی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اُنکا طریقہ علاج بھی عجیب وغریب ہوتا ہے ایک یزیدی عورت جو کسی مسلمان شخص سے نکاح کرکے اُسکے گھر پڑ گئی تھی بیمار ہوئی۔ ملاؤں نے دعا تعویذ کیا۔ حکیموں نے دوا کی ایک فرانسیسی ڈاکٹر صاحب نے بھی علاج کیا مگر سب تدبیریں بے سود ہوئیں تو یزیدیوں کے شیخ ناظر کی طرف توجہ کی اُنھوں نے اُس عورت کے شوہر سے ایک بکرا ذبح کرایا اُسکا خون عورت کی پیشانی پر چھڑکا۔ پھر شیخ عادی کے مزار کی مٹی پانی میں گندھوائی اور اُسکے سینے پر موٹا موٹا لیپ کیا اُسکی بائیں کلائی میں ایک ڈورا باندھا اور سات دن تک اُسے تنہا ایک مکان

میں رکھا اور اس مدت میں اُسے کھانے کو صرف ایک خاص قسم کی روٹی دی جسے شیخ ناظر خود اپنے ہاتھ سے پکاتا تھا غرض اس تدبیر سے وہ عورت بالکل اچھی ہو گئی مسلمانوں کو اسپر حیرت ہوئی تو اپنے ایک شیخت مآب بزرگ سے اسکا سبب پوچھا اُنھوں نے فرمایا تو یہ کون تعجب کی بات ہی کہ کوئی ناپاک شخص کسی ناپاک روح کو بھگا دے۔

بظاہر یزیدیوں کے پاس کوئی مذہبی کتاب نہیں ہی اور معرفت کی نظمیں جنھیں وہ عبادت کے وقت گایا کرتے ہیں خاندان میں نسلاً بعد نسلاً ایک کو دوسرے سے ملتی چلی آتی ہیں مسلمان مسلمان علما اُنکی نسبت نہایت سخت فتوے دیتے ہیں اور باوجودیکہ حکومت مسلمانوں کی ہے مگر علما کی یہ حالت ہے کہ استمالت اور موعظۂ حسنہ سے کام لینے اور سمجھا بجھا کے حق کیطرف مائل کرنیکے عوض خود بھی اُنکے ساتھ زیادہ تعصب کرتے ہیں اور اُنھیں بھی زیادہ متعصب بنا دیتے ہیں فی الحال مشنری پادریوں نے ان لوگوں سے ہل مل کے بہت کچھ اُنکی وحشت مٹا دی ہی اور اُنھیں اپنے ڈھرے پر لگانا شروع کر دیا ہے۔ مگر مسلمان بزرگان دین اُسی طرح کفر والحاد کے واجب القتل ٹھرانے کے فتوے دے رہے ہیں ان باتوں نے ایسی نفرت پیدا کر دی ہے کہ بعض اوقات سخت افسوسناک واقعات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

قصبۂ قلیبی کے ایک عالم ملّا محمد کا واقعہ ہے کہ کتابوں کی ایک گٹھری پیٹھ پر لادے اور ڈھال تلوار لگائے ہوئے تن تنہا گھر سے چلے کہ شہر بانیزیدیں میں جا کے لوگوں کو دین کی تعلیم و تلقین کریں۔ وادی اباغہ سے پار ہو رہے تھے اور چند پہاڑیوں کے پاس تھے کہ ناگہاں آٹھ یزیدی ڈاکو سوار آپڑے جو راہگیروں کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے آتے ہی ملا صاحب کو پکڑ ا باندھا جو کچھ پاس تھا چھین لیا اور اُنھیں چٹانوں کی آڑ میں جہاں وہ لوگ چھپ کے بیٹھا کرتے تھے پکڑ لے گئے تاکہ مار ڈالیں انھیں ایک یزیدی پیر بھی تھا جس نے تلوار کھینچ لی اور اُسے ملا محمد کے سر کی طرف جھکا کے کہا اے محمد (صلعم) کا دین چھوڑ کے یزیدی بنو نہیں تو جان جاتی ہے ملا محمد نے کہنا شروع کیا کہ خداوند اب مجھے دینی بچا اے شخص مارتا ہی تو مار ڈال میں سمجھونگا کہ خدا کی یہی مرضی تھی اور اُسکی خوشی پر راضی رہوں گا۔

تب یزیدی پیر بولا اور اچھا اگر تیرا دین سچا ہے تو اپنے محمد (صلعم) کو پکار کہ تجھے آکے بچا لیں ملّا محمد نے کہا محمد صلعم کو کیا خبر کہ میں کس حال میں گرفتار ہوں۔

یزیدی پیر تو اپنے محمد کو پکار شاید وہ آکے تجھے میرے ہاتھ سے بچائیں اصل یہ ہی کہ مے

یزیدی ملا محمد کو صرف پڑھاتا تھا تاکہ انکے سامنے انکے دین کی تحقیر کرے۔ چنانچہ کہنے لگا
قبل اسکے کہ میں تیری جان لوں تو تین بار گلا پھاڑ پھاڑ کے اپنے محمد (صلعم) کو پکار دے ملا محمد
انکار کرتے نہ بنی آخر بیچارے نے حسرت کے ساتھ تین دفعہ چلا کے کہا یا محمد! یا محمد! یا محمد!۔
خدا کی قدرت اتفاقاً اس وقت حیدرانی قبیلہ کا ایک شخص جس کا نام محمد تھا دس ماتحت
سواروں کے ساتھ اُدھر سے گزر رہا تھا۔ اس نے جو یہ آواز سنی تو اپنے ہمراہیوں کو لے کے
اس آواز کی طرف لپکا اور ایک ہی چٹاں سے گزرنے کے بعد عین اس مقام پر جا پہونچا جہاں
دشمن یزیدی ملا محمد پر ظلم کر رہے تھے انکی صورت دیکھتے ہی یزیدی بھاگ کھڑے ہوئے
حیدرانیوں نے تعاقب کرکے چار کو گرفتار کرکے مار ڈالا اور چار بھاگ گئے اس کے بعد انھوں نے
آکے ملا محمد کے ہاتھ پاؤں کھولے۔ اور انکا حال پوچھا۔ انھوں نے یہ کیفیت بیان کی تو سب
پر ایک حیرت طاری ہوگئی۔ اور ہر شخص کو یقین آگیا کہ خدا ہی نے اپنے حبیب رسول خدا صلعم
کی طرف سے بے کس و بے انیس ملا صاحب کی مدد کی۔ حیدرانیوں نے ملا صاحب کو اپنے پاس
سے ایک گھوڑا دیا جس پر سوار ہو کے وہ بخیریت بایزید میں پہونچے اور اپنی عبرتناک سرگذشت
ایک ایک سے بیان کرنے لگے۔

باوجود اس نفرت و عداوت کے یزیدی لوگ اپنے تمام کاروبار ہجری سنہ اور مہینوں کے
حساب سے کرتے ہیں۔ سال نو کی عید انکے یہاں ہمیشہ بدھ کے دن ہوا کرتی ہے جو دن کہ
انکا مذہبی جمعہ خیال کیا جاتا ہے اگرچہ مسلمانوں کے دکھانے کیلئے وہ عموماً خاص جمعہ کے دن
بھی جمعہ منا لیا کرتے ہیں اور یہی خیال روزوں کا ہے کہ اگرچہ روزہ رکھنا انکے اصول کے بالکل
خلاف ہے لیکن آخر سال پر تیس روزے مسلمانوں کے خوش کرنیکے لئے ضرور رکھ لیا کرتے ہیں۔
اب ہمیں مختصراً یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ شیخ عادی کا مزار کہاں۔ کیسا اور کس وضع و شان کا
ہے یہ مزار مقام ربان ہرمزد سے تقریباً ۲۰ میل کے فاصلے پر جنوب مشرق جانب ہے اور
اسکے بیرونی احاطے کی دیوار پر مختلف علامات کندہ ہیں۔ مثلاً حضرت سلیمان کی انگوٹھی بنی ہے
گلاب کے پھول۔ آنکڑے۔ کلہاڑیاں۔ ست پھلے ترسول۔ شیر۔ سانپ۔ اور طرح طرح کے جانور
بھی کندہ ہیں۔ خاص مزار کی چھت کے نیچے ہو کے ایک نہر بھی ہے دو حوض ہیں ایک صحن میں
اور دوسرا خاص مزار کے اندر۔ ان دونوں میں پانی اسی نہر سے پہونچتا ہے۔ اندر والے حوض
کے چاروں کونوں پر ان لوگوں کے بیٹھنے کے لئے جو یہاں نہانے کو آتے ہیں جگہیں بنی ہیں۔

مزار میں تین گنبد ہیں جن میں سے ایک شیخ عادی کا بتایا جاتا ہے اور دو اور یزیدی ولیوں کے
مرقد ہیں۔ تینوں گنبد گول نہیں بلکہ ہندوں کے شوالوں کی طرح لمبے نوکدار اوپر تک چلے گئے ہیں
اصلی مزار سے متصل ایک اور گنبد ہے جس میں سے مٹی کھود کھود کے گولیاں بنائی جاتی ہیں جنہیں
زائر تبرک کی طرح لیجاتے ہیں اور معتقدین اُنسے تعویزوں اور دواؤں کا کام لیتے ہیں۔

شیخ عادی کے مزار کے مجاور اور خادم مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں مجاور عورتوں کا لباس
یہ ہے کہ سفید اونی کرتا پائجامہ اور سر پر سفید عمامہ۔ زائرین سال میں دو [illegible]
جب کہ مزار کے چاروں طرف ایک میلہ لگ جاتا ہے۔ کھجور اور سایہ دار مقاموں میں [illegible]
ہیں۔ اور بڑے جوش وخروش اور خوشی کے جھنڈوں کے ساتھ مراسم زیارت بجالائے جاتے ہیں
خصوصاً عورتوں کا لباس نہایت ہی بھڑکیلا اور دلفریب ہوتا ہے گلے اور سر پر سکوں کے
ہار ہوتے ہیں۔ کلائیوں میں نقرئی پہونچیاں ہوتی ہیں اور اس دلفریب وضع کے ساتھ سر کے بال
انار رنگ میں رنگے ہوئے یا گلاب اور گل داؤدی کے پھولوں کے گلدستے پگڑیوں میں لگا کے
باہر آتی ہیں۔ مردوں کے ساتھ حلقہ باندھ کے خوبصورتی سے کھڑی ہوتی اور ناچتی ہیں بعض
اوقات ان ناچنے والیوں کا شمار دو دو سو تک پہنچ جاتا ہے تو خیز لڑکیاں اپنی زیارت کا زمانہ
تو اپنے حسن کے قدردانوں کے ساتھ ناچنے ہی میں صرف کرتی ہیں۔

اسی مزار پر منحصر نہیں۔ یزیدیوں کے ہر گاؤں میں دو ایک شخص یعنی مزار ضرور موجود ہیں اور
انکی عمارت عموماً اسی قطع کی ہوتی ہے کہ ایک مربع مکان دروازہ پست اور بلند نوکیلی چھتیں

یزیدیوں کے علاوہ کردوں میں ایک اور مبتدع اور خارج از دین فرقہ ہے جو لوگ کہ قزل باخ
کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ ایران کے علی الٰہیوں کی طرح حضرت علی کو سب سے اول اور سب سے زیادہ مظہر
ربانی مانتے ہیں۔ اور آپ کا رتبہ جناب رسالت مآب صلعم سے بھی بڑھا دیتے ہیں ایک تیسرا [illegible]
فرقہ اور ہے جو بلیقی کے لقب سے مشہور ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت علی صورت انسانی
میں خدا کا سب سے آخری مظہر ہیں مسلمانوں میں اکثر صوفی مشرف لوگوں کا خیال ہے کہ تمام انبیا
عظام جو تخلیق عالم سے اس وقت تک گزرے یعنی حضرت آدم۔ ابراہیم۔ موسی۔ الیاس۔ مسیح
اور محمد علیہم السلام سب روح ربانی کے مظہر تھے اور ان سب میں افضل حضرت رسول آخر الزمان
صلوات اللہ وسلامہ علیہ ہیں۔ لیکن بلیقی لوگ حضرت سرور کائنات کی طرف سے بالکل بے
پروا ہیں۔ گویا آپکو جانتے ہی نہیں انکا مقولہ ہے کہ خدا نے اپنے آپ کو ہزار ہا طریقوں سے

ظاہر کیا اور بہت سے لوگ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اگر وہ خود کو ایک ہی طریقہ سے ظاہر
کرتا تو بہتوں کو یقین آجاتا یہ بلبقی کرد دعوے کرتے ہیں کہ وہ قدیم شہنشاہ نینوا سناچریب کے
بیٹے شاریزر کی اولاد سے ہیں جو اپنے باپ کو دارالسلطنت نینوا میں قتل کر کے علاقہ ساسون
میں بھاگ گیا تھا۔ جہاں یہ لوگ آجتک آباد ہیں۔

ترکان آل عثمان

اکثر ہم مملکت عثمانیہ کی کئی قوموں کے حالات لکھ چکے ہیں۔ اور ابھی متعدد قوموں
کا حال لکھنا باقی ہے۔ لیکن دیگر ماتحت قوموں کے حالات لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا
ہے کہ خود قوم ترک کے حالات بیان کر دئے جائیں۔ اس وقت ہمیں اس حامی اسلام زبردست
قوم کی تاریخ سے علاقہ نہیں۔ کیونکہ ہم زیادہ تر انکی اخلاقی کیفیت اور انکی معاشرت دکھانا چاہتے ہیں
ترک لوگ ایشیائے کوچک یوروپین قلمرو عثمانیہ اور مصر و شام وغیرہ ممالک اسلام میں ایک
حکمراں قوم کی حیثیت سے آباد ہیں اصلی وطن وسط ایشیا کا ترکستان تھا مگر اب اُسے چھوٹے
اتنی صدیاں گذر گئیں کہ اپنے آبائی وطن والوں کے اخلاق و عادات سے انھیں کوئی تعلق باقی نہیں رہا
ترکوں میں دوسری قوموں اور خاصةً گرجستان والوں کا خون بہت مل گیا ہے کیونکہ مدت
دراز سے انکی حرموں میں غیر اقوام کی لڑکیاں لونڈیوں کی حیثیت سے داخل ہوتی رہی ہیں
اور اُنکے داخل ہونے کا سلسلہ آجتک جاری ہے اور اسی وجہ سے مناسب ہوگا کہ اُنکی
معاشرت کے حالات بیان کرنے سے پہلے اس غلامی و کنیزی کا تذکرہ کیا جائے اور یہ بھی
بتا دیں کہ گرج لوگ کون ہیں اور کہاں آباد ہیں اور اُنکی لڑکیاں ترکوں کے پاس کیونکر آتی
ہیں [illegible] آجتک سلسلہ [illegible] ہے۔

جسطرح ہمارے [illegible] ہمالیہ کے کوہستان پر نیپال کا ملک واقع ہے اُسی طرح کوہ قاف کے
نشیب و فراز میں اور اُسکی گھاٹیوں اور وادیوں کے اندر گرج اور چرکس لوگوں کا ملک پھیلا
ہوا ہے جسے ترک گرجستان اور انگریز سرکیشیا کہتے ہیں یہاں کی عورتوں کا حسن و جمال مشہور
ہر قوم کے سیاہ ان نازکبدن نازآفرینوں کی دلربا صورتیں دیکھ کے حیرت زدہ ہو گئے اور
ابن بطوطہ کا سا عہد قدیم کا سیاح بھی بے اختیار درود پڑھنے لگا لیکن اس امر سے لوگ کم
واقف ہونگے کہ جیسی گرجستان کی نازنین مطلعتیں حسین و جادو نگاہ اور دلربا ہیں ویسے ہی

وہاں کے مرد شجاع اور اول درجے کے بہادر ہیں کبھی یہ ملک اسلامی حکومت میں تھا مگر اب ایک مدت دراز سے روسیوں کے قبضے میں ہے مدت ہائے دراز کے کشت و خون کے بعد ان لوگوں کے سردار شیخ شامل کو روسیوں نے ۱۸۶۴ء میں اسیر کر لیا اور ساری قوم کی قسمت کے مالک ہو گئے۔ مگر پھر بھی ان لوگوں نے ہمت نہ ہاری۔ اور کسی طرح اطاعت نہ قبول کرتے تھے۔ آخر روسیوں نے صدہا قسم کے مظالم کئے اور ۱۸۶۶ء میں لاکھوں گرجستانیوں کو خانماں برباد کر کے اپنی قلمرو سے نکال دیا۔ دولت عثمانیہ ایسے بے خانمان لوگوں کو عام اس سے کہ کسی ملک اور کسی ملت کے ہوں ہمیشہ محبت و شفقت کے ساتھ اپنے آغوش میں جگہ دیتی رہی ہے چنانچہ اس ملک کے تین لاکھ اور بعض کے نزدیک چھ لاکھ جلاوطنوں کو بھی اس نے اپنی قلمرو میں آباد کر لیا جو آج دولت عثمانیہ کے صوبوں میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں بے ضابطہ فوج کی حیثیت سے اکثر بڑی بڑی مہموں میں ترکوں کے کام آئے ہیں اور نازک موقعوں پر سلطنت کے سینہ سپر ہوئے ہیں۔

لیکن ان لوگوں کے آکے بسنے سے پیشتر بھی اس قوم کو ترکوں کے ساتھ خاص قسم کا انس تھا خدا جانے کتنی صدیاں گزر گئیں کہ بردہ فروش تاجروں نے اس قوم کی حور وش پری جمالوں اور ان کوہ قاف کی پریوں کو امرائے ترک اور خاصۃً سلاطین آل عثمان کی حرم سرا میں بھیجنا شروع کیا۔ ابتداً یہ تجارت یقیناً ظالمانہ حیثیت سے شروع ہوئی ہوگی مگر ترکوں نے ان لونڈیوں کے ساتھ جس قسم کا برتاؤ کیا وہ ایسا اچھا تھا کہ اسیر شدہ لونڈیاں اس اسیری و جلاوطنی کو اپنی خوش اقبالی تصور کرنے لگیں۔ اور جب سرکیشیا والوں کو نظر آیا کہ [illegible] لڑکیاں [illegible] ہوتی ہیں۔ دیکھو [illegible] زندگی سے نکل کے شہنشاہ بیگم اور والدہ سلطانہ بن جاتی ہیں۔ اور جو جاتی ہے ناز و نعمت [illegible] عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی ہے تو وہ بجائے اسکے کہ ترکوں کے ظلم کی حکایت [illegible] اپنا مربی سمجھنے لگے اس خیال نے آخر کار خود گرجستان [illegible] یہ حالت کر دی کہ ہر لڑکی اس تمنا کی [illegible] انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں غیر ممالک کے جو لوگ جلاوطن ہو کے ترکوں کے دامن [illegible] میں چھپے بے شمار ہیں جنمیں زیادہ ممتاز یہ لوگ ہیں۔ ایرانی شاہزادہ قلی مرزا خان شامی سردار امیر بشیر اور اس کے رفقا الجیریا کا فرماں روا عبد القادر صدہا پولینڈ اور ہنگاریہ کے مظلوم جنکا شمار نہیں ہو سکتا یہ سلسلہ آجتک جاری ہے اور ہر ہفتہ کسی نہ کسی نئی جلاوطن جماعت کے آنے کی خبر آیا کرتی ہے۔

آرزومند بن گئی کہ کوئی اُسے زبردستی پکڑ کے قسطنطنیہ میں لیجائے ماں باپ خود ہی رضامندی
سے اپنی بیٹیوں کو بیچنے لگے۔ اور مائیں جب اپنی ننھی بچیوں کو کھلاتیں تو یہ دعائیں دیتی جاتیں
کہ تو فلاں بادشاہ کی حرم بنے اور تو سلطان کی حرم سرا میں جاکے اُنکے جان و مال کی مالک ہو
غرض اسی چیز نے صدیوں سے یہ حالت کردی ہے کہ گو جنہیں ترکوں کی حرم سراؤں میں
آتی اور چند روز میں ترکی مذاق و عادات کے سانچے میں ڈھل جاتی ہیں لیکن یہ عورتیں جن کے
آنے کا سلسلہ مدت ہائے دراز سے جاری ہے انکا تذکرہ خاص ترکی خاتونوں کے بیان میں
زیادہ موزوں ہوگا۔ اسوقت ہم صرف اُن گرجستانیوں کا حال بیان کرتے ہیں جو ظالم
سلطنت روس کے جلاوطن کرنے کے بعد ۱۸۶۶ء میں آکے ترکوں کی قلمرو میں آباد ہوئے
اور یہاں آکے ایسی خاطر و مدارات دیکھی اور ایسا آرام پایا کہ اُس وقت سے برابر خود ہی
گھر بار چھوڑ چھوڑ کے آتے اور سلطان المعظم کے خوان نعمت سے شرفیاب ہوتے ہیں۔ یہ
لوگ جب پہلے پہل آئے ہیں تو چونکہ کسی کو انکے آنے کی اطلاع نہ تھی اور نہ انکے ٹھہرانے کا دولت
عثمانیہ کی طرف سے کوئی خاص انتظام کیا گیا تھا اسلئے بیچاروں کو بڑی سخت مصیبت کا
سامنا کرنا پڑا ادھر اُدھر مارے مارے پھرے اور آخر مملکت ترک کے مختلف اضلاع
میں پھیل کے منتشر ہوگئے اور انکا ایک بڑا گروہ جاکے بلغاریہ میں آباد ہوگیا۔ جو اُن
دنوں ایک ترکی صوبہ تھا۔

دولت عثمانیہ کی طرف سے اُنکی بود و باش کا جو انتظام کیا گیا وہ اِن لوگوں کے مذاق کے
موافق نہ تھا۔ کیونکہ یہ لوگ اس بات کے عادی تھے کہ خاص اُنکے امیر و سردار کے ذریعہ
سے اُنپر حکومت کی جائے اور یہاں عام رعایا کی طرح اُنمیں کا ہر شخص براہ راست قوانین
سلطنت کی پیروی کا ذمہ دار کیا گیا اور اُنکے لئے خاص قسم کے قوانین جاری کردئے گئے تاکہ
امن و امان کی زندگی بسر کریں۔ اِسکے ساتھ ہی سلطنت عثمانیہ نے یہ کیا کہ ہزارہا گرجستانی
غلام جو ترکوں کے قبضے میں تھے آزاد کردئے گئے جو اپنے تازہ وارد ہم وطنوں میں مل جل گئے
اور انھیں بھی اپنے تمدن کا عادی بنانا شروع کیا۔

منجملہ دیگر قوانین کے ایک یہ قانون بھی جاری کیا گیا کہ گرجستانی لوگ چونکہ اب مسلمان
رعایائے دولت عثمانیہ ہیں لہذا آئندہ سے اُنکی بیٹیوں کی بیع و شری ناجائز ہے وہ لونڈی
بنانے کیلئے ہرگز نہ خریدی جائیں اس قانون کے جاری ہونیکے بعد گرجستانیوں کی بعض

[illegible] اس لئے کہ قانون سے ایک ناجائز فائدہ اٹھالیا جائے یعنی اکثر ایسی [illegible] پیش آئیں کہ کسی بھائی نے اپنی بہن کو لا کے کسی مسلمان ترک کے ہاتھ بیچ ڈالا قیمت کی رقم ادا ہوتے ہی باپ نے عدالت میں دعویٰ دائر کردیا کہ میری بیٹی بیچ ڈالی گئی عدالت نے اس بیع کو کالعدم کردیا۔ لڑکی اگر مالکوں سے راضی ہوئی تو بھی کشاں کشاں اپنے گھر لائی گئی اور خریدار کو نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ اُسکے بھائیوں کے پاس کیا رکھا تھا جو اُنسے روپیہ وصول کیا جاتا۔

لیکن یہ جبریہ آزادی عورتوں اور خاصتہً لڑکیوں کی آرزوں کے بالکل خلاف تھی بیع وشری کے جواز کی حالت میں اُنھیں اُمید تھی کہ لونڈی بن کے جائیں گی تو ممکن ہے کہ اگر حرم سرائے سلطانی نہیں تو کسی اور ترکی پاشا کے محل میں داخل ہو کے صاحب دولت و منزلت بن جائیں گی۔ جو اُمیدیں کہ اب بالکل خاک میں مل گئیں۔ بہر تقدیر گرجستان والوں کو مملکت عثمانیہ میں آکے آباد ہونے سے اپنے خیال میں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوا مردوں کو اپنے شیخ کی ماتحتی کے خلاف قانون کے شکنجے میں جکڑنا پڑا۔ اور عورتوں کو خاص ترکوں کے گھر میں آکے اُن اگلی ترقی و سرسبزی کی اُمیدوں سے دست بردار ہو جانا پڑا۔

یہ چرکس لوگ بھی دو قسم کے ہیں ایک تو خود صاحبان قبیلہ اور ذات والے اور دوسرے اُنکے خاندانی غلام اور وابستگان دامن۔ اور ان دونوں گروہوں کا امتیاز نہ کرنے کی وجہ سے اکثر مشرقی سیاحوں نے ان لوگوں اور خاصتہً انکی عورتوں کی نسبت ایسے ایسے واقعات بیان کردیے ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

اہل قبیلہ یا ذات والے وہ چرکس ہیں جنکی نسبت صحیح طور پر شریف یا رئیس کا لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اپنی نسل کے مدت دراز سے خالص و بے داغ چلے آنے پر انھیں فخر و ناز ہے۔ اُن کے نزدیک ریاست و امارت صرف خاندان کے اچھے ہونے کا نام ہے برخلاف ترکوں کے یہ لوگ معزز عہدے یا ذاتی حیثیت کی کچھ قدر نہیں کرتے یہ معزز طبقہ کے چرکس مجموعی طور پر کشیدہ قامت نازک اندام اور حرکات و سکنات کے لحاظ سے پھرتیلے اور زندہ دل ہوتے ہیں اُنکی رنگت گوری ہے آنکھیں سیاہ یا شربتی یا نیلگوں ہوتی ہیں بال سیاہ یا عقیق کے رنگ کے ہوتے ہیں اور یا اُن میں ہلکا ہلکا بھورا پن ہوتا ہے چھوٹے چھوٹے نازک ہاتھ پاؤں بھی اس قوم کے خصائص میں شمار کیے جاتے ہیں اور جن سے یہ قیاس

کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے آپکو کبھی جسمانی محنت و مشقت کا عادی نہیں بنایا یا کبھی کیا
بے انتہا نازک اندام ہونا اور اُنکے حرکات و سکنات کا بھر تیلا پن یقیناً اس بات کا نتیجہ ہے کہ
وہ غذا میں بہت زیادہ اعتدال قائم رکھتے ہیں اُنکی عام غذا اکثر یہ رہتی ہے کہ جوار یا باجرے
کو بکری کی چربی میں اُبال کے کھاتے ہیں۔

دوسری ماتحت اور غلام قوم جو اُنکے مقابل ذلیل معلوم ہوتی ہے اُسکے خط و خال
ادنے قسم کے ہیں۔ اور ثبوت دے رہے ہیں کہ بیشک یہ ایک ایسی قوم ہے جسے معزز قوم
چرکس نے مغلوب کر کے اپنی غلامی میں لے لیا اور جو شب و روز محنت و مشقت کی زندگی
بسر کرتی تھی اُنکے چہرے غیر موزوں طور پر چھوٹے اور پتلے ہیں اور اُنکی رنگت پژمردہ اور

گرجستانیوں کی اصل شوق کی چیز اُنکا لباس اور زیور ہے اور مردوں میں اسلحہ کا بھی بڑا
شوق ہے۔ اسی شوق میں وہ اپنی جمع جتھا صرف کیا کرتے ہیں۔ عورتوں کا لباس ایک
گون ہے جو عموماً سرخ ہوا کرتی ہے اور اگر استطاعت ہو تو سونے کے تاروں سے بیل
بوٹے بھی کڑھوائے جاتے ہیں۔ اس گون کے علاوہ وہ عموماً ایک ڈھیلا ڈھالا آستینوں
دار کرتا پہنتی ہیں جس کے اوپر ایک چمڑے کا شلوکہ بھی پہن لیا جاتا ہے۔ گرجنین جب خود
اپنے خاندان والوں میں ہوتی ہیں تو برقع و نقاب کی ضرورت نہیں سمجھتین اور اپنی معاشرت
میں خاتونان ترک کے بہت سے آداب و اطوار کا لحاظ نہیں کرتیں۔

تمام سچے اہل مشرق کی طرح گرجستانی لوگ بھی انتہا درجے کے مہمان نواز ہیں کوئی راہ چلتا
شخص اُنکا مہمان ہو تو چاہے ملاقاتی ہو یا اجنبی وہ بے تکلف گھر کا بہترین کھانا اُس کے
سامنے لا کے پیش کر دیتے ہیں اور دولت عثمانیہ کے یوروپین علاقے میں پہونچنے کے چند
ہی روز بعد اُنکی یہ وضع تھی کہ اُنکے پڑاؤ میں جا کے بیٹھئے تو مہمان کے سامنے بے انتہا عذرات
پیش کئے جاتے کہ کیا کہیں معمولی قسم کا سامان راحت اور کھانا بھی یہاں میسر نہیں۔

تعلیمی حیثیت سے دیکھئے تو تاتاریوں جیسی لوگون اور دولت عثمانیہ کی دیگر خانہ بدوش
قوموں کی طرح گرجستانی بھی جاہل اور اُمّی ہیں تاہم اُنکی زندگی اپنی وطنی سرزمین میں گھر گرستی
کے کاموں کے علاوہ مویشیوں کے گلوں اور دودھ دہی اور پنیر وغیرہ کی تیاری میں صرف
ہوتی ہے اسلحہ سازی اور گلوں کی خبر گیری ان لوگوں میں خاص مردوں کے مشاغل ہیں لہذا
گرجستان کی آزاد لڑکی جب تک کسی شوہر کی جان و مال کی مالک نہ بنے گھر میں پڑے پڑے

اپنی اُن ہم وطن وہم قوم لڑکیوں کی قسمت کو حسد کی نگاہ سے دیکھتی ہے جنھیں کبھی کبھی اپنے علاقے میں اس آن بان سے گزرتے دیکھتی ہی کہ کسی معزز ترک کی گاڑی میں سوار ہیں اور لونڈی غلاموں اور خدمتگاروں پر حکومت کر رہی ہیں۔

جب کسی گرجستانی شخص کی اتنی حیثیت ہوتی ہے کہ وہ ایک بی بی رکھ سکے تو وہ اپنی مذاق کی کوئی دوشیزہ ڈھونڈھ نکالتا ہی پھر اُسکے باپ یا کسی قریب تر عزیز مرد سے عقد کی سلسلہ جنبانی کرتا ہی اور اُسکی قیمت پوچھتا ہی اس لئے کہ اُنمیں عقد نکاح بیع ہی کے طریقے سے ہوتا ہے۔ اس رقم کی نسبت کہا جا سکتا ہی کہ یہ قیمت نہیں مہر ہے۔ مگر دشواری یہ ہی کہ اُس روپیہ کو لڑکی نہیں پاتی بلکہ اُسکے ماں باپ وصول کر کے اپنے تصرف میں لاتے ہیں۔ خیر تو جب رقم مشخص ہو گئی اور ادا بھی کر دی گئی تو رسم کے طریقے سے ضرور ہی کہ مرد موقع پاکے اپنی دلھن کو بھگا لیجاوے اسلئے کہ ان لوگوں میں دولھن کے لیجانے کا یہی مہذب اور شریفانہ طریقہ ہے۔ عورتیں بجائے نادم ہونے کے اس رسم پر فخر و ناز کرتی ہیں اور اُسے اپنا سرمایہ عزت باور کرتی ہیں جس وضع سے کہ لڑکی نے آجتک اپنے باپ بھائی کے گھر میں زندگی بسر کی تھی اب شادی ہونے کے بعد بمقابل اُس حالت کے اُسکی حیثیت زیادہ معزز ہو جاتی ہے۔ اسی لئے معمول ہو گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی لڑکی سے شادی کی خواہش کرتا اور اُسکی قیمت ادا کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو لڑکی نہایت خوش ہو کے اپنی اوپر ناز کرنے لگتی ہے

گرجستان والے سترہویں صدی عیسوی تک مشرک و بت پرست تھے مگر دو سو برس کا زمانہ ہوا کہ ایک پرجوش مسلمان درویش نے جنکا اسم گرامی منصور تھا تبلیغ دین محمدی کر کے اُنھیں مسلمان کر لیا۔ اور چونکہ اُن میں اسلام فقیروں کے فیض برکت سے پہونچا لہذا اُن میں ویسی ہی روایتیں بھی مشہور ہو گئیں جنکو درویشوں کے صاحب تصرف ہونیسے تعلق ہی۔ علی وحشی کے ملک میں ایک کسان کے پہونچنے کی داستان جسے ہم ذرا آگے چل کے بیان کرینگے اُن کہانیوں کا ایک مکمل نمونہ ہے اُنکے رسم و رواج سے بعض پُرانی اور قدیم مذہب کی باتوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جو اگلی بت پرستی کی یادگار ہیں اور امید ہے کہ چند روز میں بالکل مٹ جائینگی۔

اِن میں سے جو لوگ ممالک عثمانیہ میں آکے بس گئے ہیں اُن میں باوجود ممانعت اور نگرانی کے بیٹیوں کے بیچ ڈالنے کا رواج موجود ہی اور بردہ فروش جو اُسکے موقع ڈھونڈھتے

رہا کرتے ہیں اُنکے ہاتھ کٹتے ہیں کہ ہر سال صدہا لڑکیاں بک جاتی ہیں۔

علی وحشی کی داستان جسے بعض یورپین سیاحوں نے ان لوگوں کی جانب منسوب کیا ہی وہ شاید کسی جاہل چرکس کی قابل مضحکہ روایت ہوگی ورنہ ایسی باتیں کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتیں۔ اصل یہ ہے کہ ایسی باتیں مشنریوں سے عام سیاحوں تک پہونچتی ہیں اور وہ انھیں صحیح سمجھکے بے سوچے سمجھے لکھ جاتے ہیں ایک پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک انگریز سیاح سے جہاز پر ایک وہابی سے ملاقات ہوئی۔ جس نے بیان کیا کہ ہمارے اعتقاد میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور اُسکے بعد تنبا کو پینا" سیاح صاحب نے پوچھا آخر قتل۔ زنا۔ اور جھوٹی گواہی دینا بھی تو گناہ ہیں اُس نے کہا ہی ان سب کو خدا معاف کرنے والا ہے۔ اسی طرح گرجستان کے مسلمانوں کی جانب علی وحشی کی کہانی منسوب کی گئی ہے جسکا ماحصل یہ ہی کہ کسی دیندار شخص کو دن بھر کی محنت مزدوری کا معاوضہ ایک پیسہ سے بھی کم ملا کرتا تھا ایک دن حضرت موسیٰ نے اُسپر ترس کھاکے کہا خدا سے دعا کر اُسنے کہا خدا تو بڑوں بڑوں کی سنتا ہے میری کیوں سننے لگا حضرت موسیٰ نے یہ واقعہ بارگاہ ربانی میں حاضر ہوکے عرض کیا اور سفارش کی خدا نے کہا اُسکی تقدیر میں اس سے زیادہ نہیں۔ اور نوشتہ تقدیر بدل نہیں سکتا حضرت موسیٰ نے اُس سے آکے خدا کا یہ جواب بیان کیا تو اُسنے برہمی کے ساتھ کہا میں خدا کے ملک ہی میں نہ رہونگا۔ اور حاملہ جورو کو لے کے چل کھڑا ہوا۔ جہاں جاتا اور دریافت کرتا یہی معلوم ہوتا کہ یہ زمین خدا کی ہی آخر ایک جگہ لوگوں سے سُنا کہ یہاں سے دشت دور اور کوہ و بیابان علی وحشی کے ہیں۔ یہ سنتے ہی اُس نے ایک شہر میں رہنے کا ارادہ کر دیا اب رہنے کیلئے جگہ کی تلاش تھی کہ دیکھا کوئی شخص ایک مکان بیچ رہا ہے۔ بڑھ کے کہا میں لونگا مگر ایک رات رہ کے دیکھ لونگا تب لونگا اُسنے کہا اچھا اور یہ میاں بی بی اُس مکان میں شب باش ہوئے۔ اسی رات بی بی لڑکا جنی اور اُسکے لئے جھولا ڈالنے کی فکر ہوئی دیوار میں کھونٹی گاڑنے کا ارادہ کیا تو ایک پتھر گرا اور اشرفیوں سے بھرا ہوا ایک آہنی گھڑا مل گیا اب کیا تھا جھٹ کو قیمت دیکے مکان لے لیا اور مالدار بن گیا اتفاقاً حضرت موسیٰ کا پھر گزر ہوا انھوں نے جاکے خدا سے حالت بیان کی خدا نے کہا موسیٰ اُسکی تقدیر میں وہی ہی جو پہلے تھا یہ سب اُسکے [illegible] کی تقدیر ہی حضرت موسیٰ نے [illegible] تو اُسے [illegible] ز اُسے مطلع کر دیا مگر وہ اُسی طرح خدا سے

ناراض رہا اور آپکو علی وحشی کا بندہ کہتا رہا۔

ہم گرجستانیوں کا بیان کر چکے جہاں سے لڑکیاں آنکر ترکوں کے ہاتھ فروخت ہوتی ہیں اب ہم اصلی مطلب پر پھر آتے ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ جس غلامی کا دولت عثمانیہ کی قلمرو میں فی الحال رواج ہے وہ شریعت اسلامیہ کے موافق نہیں کیونکہ فقہا کے فتووں کے موافق صرف وہی غلام جائز غلام سمجھے جاسکتے ہیں جو جائز ذرائع سے تاجروں کے ہاتھ میں آئے ہوں اُنکے حصول میں جبر و تشدد اور جبر و ستم کو نہ دخل ہو جو مسلمان ماں باپ کی اولاد نہوں بلکہ اصلی غلام صرف وہ ہیں جو کافروں پر جہاد کر کے اسیر ہوے ہوں اہل اسلام کے قبضہ میں آئے ہوں بخلاف اسکے جو لونڈی غلام دولت عثمانیہ کے ممالک میں لائے جاتے ہیں وہ اکثر قوم چرکس کے ہوتے ہیں اور مسلمان ہوتے ہیں خود شیخ الاسلام کو بھی ان لونڈی غلاموں کے جائز کرنے میں غالباً دشواری پیش آتی ہوگی۔ مگر ترک لوگ اس دشواری کو یوں دور کر دیتے ہیں کہ بردہ فروشوں سے اس قسم کے سوالات ہی نہیں کرتے کہ ان لونڈیوں یا غلاموں کو تم کہاں سے لائے اور کیونکر لائے۔ اُن کا مقولہ ہے کہ گناہ اُنھیں کے سر جائے گا جو اسکے مرتکب ہوئے ہیں ہمیں ان جھگڑوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟

گو دول یورپ کی پیروی میں اب باب عالی نے بھی بردہ فروشی کے بازار قسطنطنیہ میں بند کرا دئے ہیں۔ اور باضابطہ طریقے پر لونڈی غلاموں کی بیع و شرئی ناجائز قرار دیدی گئی ہے لیکن اگر لونڈیوں کی بیع و شرئی کو دیکھا جائے تو ہنوز ملک میں کوئی متمایز فرق نہیں پیدا ہوا ہے اور وجہ یہ کہ لونڈیاں ترکوں کی اخلاقی معاشرت کا ایک زبردست عنصر بنی ہوئی ہیں۔ اگر اُنکی فراہمی کا انسداد ہو تو گویا حرم رکھنے ہی کا انسداد ہو جائے اور یہ ایک اتنا بڑا اخلاقی انقلاب ہے جس کے لئے ترک ابھی تیار نہیں ہیں۔ محض حرموں کی وجہ سے لونڈیوں کی مانگ کسی طرح کم ہونے کو نہیں آتی ممانعت کا نتیجہ صرف یہ ہوا ہے کہ بردہ فروشی کی تجارت میں دشواریاں پیدا ہو گئیں۔ اور جو لونڈی غلام فروخت کے لئے لائے جاتے ہیں اُنپر زیادہ مظالم ہونے لگے۔

جو تاجر کہ افریقہ سے لونڈی غلاموں کی کھیپیں لاتے ہیں وہ مجبور ہو گئے ہیں [illegible]
جہازوں کو سواحل کے [illegible] راستوں سے بچاتے ہوئے لائیں [illegible]

سیاحوں کی زیادہ آمد و رفت ہوتی رہتی ہے تاکہ دول یورپ کے گشت کرنے والے جہازوں کی گرفت سے باہر رہیں۔ اور جبتک سفیروں کی آنکھ بچاکے اترنے کا موقع نہ ملے سمندر کے درمیان ہیں ادھر اُدھر سواحل سے دور ہی منڈلاتے رہیں نتیجہ یہ کہ ان جہازرانوں کی مصیبتیں ایک کی جگہ دس گنی ہو جاتی ہیں۔ گرجستان کی عورتیں جو درحقیقت خود اپنی رضامندی سے آتی ہیں وہ بجائے اسکے کہ اگلے زمانے کی طرح تھوڑی سی زحمتوں کے بعد منزل مقصود کو پہنچ جائیں اب موسم سرما کے عین وسط میں جبکہ روسی قلعہ شکن جہاز واپس بلا لئے جاتے ہیں پُر طوفان بحر اسود کے قطع کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ جن چھوٹے چھوٹے بدنصیب جہازوں پر لدکے یہ روانہ ہوتی ہیں اُن میں سے اکثر کا پتہ بھی نہ لگا کہ کیا ہوئے اور کہاں گئے اور جو جان بر ہو کے کنارے سلامت پر پہونچے اُنکی سرگذشت نہایت ہی دردناک ہے۔ قطع نظر اسکے لطف یہ ہے بردہ فروش جتنے لونڈی غلام اگلے دنوں افریقہ اور گرجستان سے لاد کے روانہ کیا کرتے تھے اب اُسکے چوگنے پنج گنے بھیجتے ہیں تاکہ ایک تعداد کثیر کے رستے میں ضائع ہو جانیکے بعد بھی لونڈیوں کی مانگ پوری کر سکیں۔ لہذا دول یورپ کی جانب سے انسداد بردہ فروشی کی جو پُرحمیت کوشش کی جاتی ہے اُس کا نتیجہ یہی نہیں ہے کہ لونڈی غلاموں کے راستہ میں سخت دشواریاں پیدا ہو گئیں بلکہ یہ بھی ہے کہ جتنے لوگ پہلے لونڈی غلام بنانے کے لئے گرفتار کئے جاتے تھے اب اُن سے بدرجہا زیادہ گرفتار کئے جاتے ہیں

یہ لونڈی غلام ساحل پر آتے ہی مختلف بردہ فروشوں کے گھروں میں پہونچ جاتے ہیں اور جیسے ہی سفر کی ماندگی اور تکالیف کا اثر زائل ہو کے اُنکے چہروں پر بحال آتی ہے خواہ محلسرائے سلطانی میں یا دیگر اُمرا کے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ سلطان کا محل عموماً انھیں عورتوں سے بھرا ہوا ہے جو اصل میں لونڈیاں تھیں اور کہا جاتا ہے اس لٹی حالت میں بھی جبکہ سلطان عبدالحمید خان خلداللہ ملکہ اس سلسلہ کے مٹانے کے درپے ہیں اُنکی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ جس پر ہر سال تازہ وارد پرستاروں کے داخل ہونے سے تھوڑا بہت اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے اب ہم عام ترکوں کی معاشرت سے پہلے حرم سرائے سلطانی کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ لیکن محلوں کے اندر جانے سے پہلے بہتر ہو گا کہ سلطانی قصروں اور ایوانوں کی کچھ اجمالی کیفیت بیان کر دی جائے۔

دارالسلطنت استنبول کے پاس اُسکے قرب وجوار میں دریائے باسفورس کے کنارے اور نیز ملک کے اندرونی حصہ میں کچھ اوپر بیس شاہنشاہی نزہت گاہیں ہیں جن میں سراے محل۔ یحلی۔ اور کوشک سب طرح کے مکانات ہیں۔ جدید ایوانوں میں سے تین بہت ہی زیادہ بارونق اور شاندار ہیں۔ ایوان دولمہ باغچہ۔ اور ایوان بیگلربے۔ دولمہ باغچہ جسے سلطان عبدالمجید خاں مرحوم نے تعمیر کرایا تھا دریائے باسفورس کے کنارے قائم ہے اور اپنے مضافات یعنی تھیٹر، بارکوں۔ باورچی خانوں اور اصطبلوں سے مل کے بجائے خود ایک چھوٹا سا شہر ہے جو مع اپنے گرد کے باغوں اور سیر و تفریح کے مقاموں کے تقریباً ایک میل تک باسفورس کے مغربی یعنی یوروپین ساحل پر پھیلتا چلا گیا ہے اس ایوان کے بیرونی حصہ میں مختلف وضع کی عمارتوں کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ جو بے انتہا سامان آرائش سے سجا ہوا ہے۔ اس کا عام منظر دلچسپ ہے۔ اور اس کے حوالی کا خوشنما اور دلکش منظر تو ساری دنیا میں لاجواب ہے جس کا اندرونی حصہ اکثر دیگر محلوں کی طرح سنہرے روپہلے سامان آرائش سے جھلک رہا ہے۔ اس کا ہر ہر کمرہ قیمتی جھاڑوں آئینوں چینی کے بے نظیر ظرفوں اور طلائی و نقرئی کام کے سامان سے بھرا ہوا ہے۔ کشادہ باغ اور مرغزار یورپ کے ہوشیار و تجربہ کار اُستادوں کے اہتمام سے تیار ہوئے اور یورپین مالیوں ہی کے زیر اہتمام اب بھی ہیں انھیں بڑی بڑی تنخواہیں دیجاتی ہیں۔ یہاں جاکے دیکھئے تو گھنے جنگل۔ اونچی پہاڑیاں دلکش سبزہ زار۔ میوہ دار درختوں کے جھنڈ۔ مسقف چڑھائیاں۔ باغ جو عمارتوں کی چھتوں پر نصب کئے گئے ہیں۔ فرحت بخش چمن اور اُنکے اطراف وجوانب میں خوبصورت نزہت گاہیں فوارے آبشار۔ چڑیا خانے۔ اور رمنے جنمیں طرح طرح کے طیور اور وحشی جانور لاکے جمع کئے گئے ہیں۔ اِن کے علاوہ تالاب جنمیں سنہری روپہلی مچھلیاں چھوٹی ہوئی ہیں غرض سب ہی طرح کے سامان لطف و تفریح موجود ہیں۔

یحلی سے مراد وہ دلچسپ دیہاتی بنگلے ہیں جو نہایت ہی دلکش منظروں اور نظر فریب سینریوں کے موقعوں پر تعمیر کردیے گئے ہیں۔ جن میں کبھی کبھی سلطان تھوڑے زمانے کیلئے چلے جاتے ہیں۔ کبھی تو اعلیٰحضرت سلطان المعظم ہی تنہا تشریف لے جاتے ہیں اور کبھی کوئی خاتون حرم یا اقبال بھی ساتھ جاتی ہیں۔ یہ مقامات معمولاً سنسان اور خاموش نظر آتے ہیں۔ سوا اسکے کہ صرف ایک سنتری پھاٹک پر کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔ اُن کے

گرد و پیش زیادہ فوجی لوگ بھی نہیں دکھائی دیتے مگر تھوڑے زمانے کے بعد ان میں
ایک چہل پہل پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نزہت گاہ کے لوگ مزے
کی نیند لیتے لیتے یک بہ یک چونک پڑے۔ کیونکہ ناگاہ اسلحہ کی جھنکار بگلوں کی آواز اور گاڑیوں
کی گھڑ گھڑاہٹ سنی جاتی ہے۔ اور جیسے ہی بینڈ اپنا نغمہ سنا چکتا ہے شاہنشاہی بجروں کا ایک
خوشنما جلوس نمودار ہوتا ہے جنہیں ننگی باہوں والے ایک سو ملاح جو ریشمی کرتیاں پہنے ہوتے
ہیں نہایت ہی تیزی سے کھیتے ہوئے کنارے پر آتے ہیں حضرت سلطان المعظم کا جلوہ
نظر آتا ہے۔ اور یہ نعرے دشت و جبل میں گونج اٹھتے ہیں کہ بادشاہ ہم چوق یشا؟ "ہمارے
بادشاہ کی عمر دراز ہو۔"

عام ترکوں کے مکانوں کی طرح قصر سلطانی بھی تین حصوں پر منقسم ہوتا ہے۔ حرم لیک
جس میں خاتوناں پردہ عصمت رہتی ہیں۔ سلام لیک یعنی دیوان خانہ۔ ان دونوں کے
درمیان ایک برزخ ہوتا ہے جسے مابین کہتے ہیں۔ ایوان سلطانی کے مابین میں مختلف کمروں
کا ایک سلسلہ ہوا کرتا ہے جو شاہنشاہ عالم پناہ کے لئے خلوت کا کام دیتے ہیں حرم لیک
یعنی حرم سرا نہایت وسیع ہے اور اس کے اندر رہنے والیوں کی معاشرت تمام شہر کی زنانی معاشرت
سے جداگانہ خیال کی جاتی ہے یہاں محل کے اندر ہی اندر ایک ایسی صحبت پیدا ہو گئی ہے
جس کے ارکان کا طرز زندگی علیحدہ ہے حتی کہ یہاں کی زبان بھی کچھ اور ہے۔ اس لئے کہ حرم
سلطانی کی بیگموں اور عورتوں کا لب و لہجہ ان کے عادات۔ اور ان کا طرز ادا باہر کی دنیا سے بالکل
الگ ہے اور یہ ایسے خصائص ہیں جن سے ہر عورت پہچان لی جاتی ہے کہ اسے حرم سرائے سلطانی
سے تعلق ہے۔

گو ان عورتوں کی تعداد جو دور دور سے لا کے ایک مکان میں جمع کر دی گئی ہیں بہت زیادہ
ہے مگر انتظام ایسا اچھا اور مکمل ہے کہ کبھی ادنے سی بدمزگی یا بدنظمی بھی نہیں پیدا ہونے پاتی
اور ہر ایک اپنے رتبے پر قائم اور اپنی مفوضہ خدمت کو بجا لاتی رہتی ہے حرم سلطانی کا
انتظام بالکل خاص قسم کا ہے اور اس کے قوانین بھی خاص ہیں جن پر پورا پورا عملدرآمد ہوا کرتا
ہے۔ اس کی معزز طبقہ والیاں اس کی متوسط درجہ کی خاتونیں اور اس کی ادنے درجہ کی چھوکریاں
سب اپنے اپنے مقام پر امن و امان سے رہا کرتی ہیں اس سارے زنانے دربار کی افسر اعلے
والدہ سلطانہ یعنی سلطان المعظم کی والدہ ہوتی ہیں۔ پھر ان کے بعد ولی عہد سلطنت

کی ماں کا رتبہ ہے جو باش قادن آفندی کہلاتی ہیں۔ اُنکے بعد سلطان المعظم کے دوسری تیسری اور چوتھی قادن آفندی ہیں۔ یہ سلسلہ شرعی اصول کے مطابق رہتا ہے کیونکہ چار سے زیادہ منکوحہ بیبیاں نہیں ہو سکتیں۔ اور صرف منکوحہ خاتونیں ہی حرم سرائے سلطانی میں قادن آفندی کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں انکے بعد اُن خاتونوں کا درجہ ہے جو خانم آفندی کہلاتی ہیں۔ اُنسے مراد سلطان المعظم کے چھوٹے صاحبزادوں اور کمسن شاہزادیوں کی مائیں ہیں یہ سب تو ملکہ اور بادشاہ بیگم تھیں ان کے بعد شاہزادیوں کا مرتبہ ہے جو دہان سلطانہ کے محترم لقب سے یاد کی جاتی ہیں پھر حرم کی وہ عورتیں ہیں جو اقبال کہلاتی ہیں اور اُنکے بعد گوزدہ یعنی وہ لونڈیاں جنکو سلطان المعظم نے کبھی نظر التفات سے دیکھ لیا ہے۔

یہاں تک تو محلات عالیات بیگمات عفت آیات اور شاہزادیاں تھیں اب اُنکے حوالی حواشی اور وابستگاں دامن ہیں بجز اُن عورتوں کے جو گوزدہ کہلاتی ہیں اور تمام مذکورہ خاتونوں میں سے ہر ایک کا ایک گروہ ملازمین ہوتا ہے جو یہاں کی اصطلاح میں دائرہ کہلاتا ہے یعنی ان حوائز میں سے ہر ایک کو اپنی ذاتی مصارف کیلئے ایک ماہوار رقم ملتی ہے حسب ضرورت کمرے جو ایک سلسلہ میں ہوتے ہیں رہنے کو دیے جاتے ہیں۔ اور لونڈیوں اور خواجہ سراؤں کا ایک گروہ اُسکے زیر اختیار اور اُسی سے وابستہ ہوتا ہے۔

والدہ سلطانہ کے دربار کی معزز عہدہ دار بارہ خاتونیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک خزانہ دار اوستاد کہلاتی ہے اور خزانچی کی خدمت وہی سرانجام دیتی ہے ایک پرائیوٹ سکرٹری یعنی معتمد پیش ہوتی ہے ایک مہر بردار ہوتی ہے جسکے قبضہ میں والدہ سلطانہ کی مہر رہتی ہے ایک داروغہ توشہ خانہ۔ ایک داروغہ آبدار خانہ۔ ایک کافی خانہ کی مہتمم۔ ایک شربت پلانے کی ذمہ دار ایک معلمۂ دینی یعنی دینی امور میں مشورہ دینے اور نماز روزے کی تعلیم دلانے والی۔ اور یونہیں چند اور عورتیں ہوتی ہیں۔ یہ تمام عورتیں جو امور خانہ داری کا اہتمام کرتی ہیں وہ "کلفہ" کہلاتی ہیں اور اُن میں سے ہر ایک اپنے ماتحت ایک مددگار اور چھ یا اس سے زیادہ اپنے ذیلی کام کی تعلیم پانے والی لڑکیاں رکھتی ہے۔ اور یہ لڑکیاں بھی کلفہ ہی کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں اور جسکی ماتحتی میں کام کرتی ہیں اُسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔

دیگر خاتوناں حرم سلطانی کے دائرے بھی اسی قسم کے ہوتے ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ اُن کے مرتبہ اور اُنکی عزت کی کمی بیشی کے مطابق دائرے والیوں کی تعداد بھی کم یا زیادہ ہوا کرتی ہے

حرم سرائے سلطانی کے مذکورہ بالا انتظام پر اجمالی نظر ڈالنے کے بعد اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ کوئی لونڈی محل میں داخل ہونے کے بعد کیونکر رہتی کیسی زندگی بسر کرتی اور کس طرح ترقی کرتے کرتے تخت تاج شاہی تک جا پہونچتی ہے -

عام قاعدہ ہے کہ محل کے لئے بہت ہی کم سن لونڈیاں مول لیجاتی ہیں تاکہ جو کام اُنسے لئے جائیں گے انکی بخوبی تعلیم پا سکیں گے اور جس رتبہ پر پہونچ کے اُنھیں زندگی بسر کرنا ہو اُسکی پوری قابلیت اُن میں پیدا ہو جائے - ان کمسن لڑکیوں کا ایک عام گروہ ہے اور وہ عجمیہ یعنے وہاں کی اصطلاح میں گنواریئن کہلاتی ہیں ان میں سے حبشنیں اور دوسری قوموں کی لڑکیاں جو حسن وجمال کے زیور سے خالی ہیں ادنی طبقہ کی کلفہ عورتوں کی زیر نگرانی اور اُنکے شاگردوں میں دی جاتی ہیں تاکہ اُنھیں ماما - پیش خدمت - حمامن اور دھوبن وغیرہ کے کاموں کی تعلیم دیجائے -

لیکن جو لڑکیاں حسین و نازنین ہیں اور جنسے ترقی کرنے اور بڑا مرتبہ حاصل کرنے کی اُمید کی جا سکتی ہے اُنکو محنت و مشقت کے کاموں کی تعلیم سے واسطہ نہیں اُنھیں ناز آفرینی دلربایانہ چال ڈھال - اور ناچنے گانے بجانے کی تعلیم ہوتی ہے - اُن میں طرح طرح کے ناز و انداز پیدا کئے جاتے ہیں - نشست و برخاست کے آداب سکھائے جاتے ہیں - اور وہ باتیں اُنھیں عموماً پیدا کی جاتی ہیں جنکی بدولت اُنکے حسن و جمال سے اور زیادہ دلربائی و دلبری کی شان نمودار ہو اور اُنھیں عقائد شریعت اسلامیہ - اور نماز پنج گانہ کی بھی تعلیم دی جاتی ہے - وہ لڑکیاں جو اس لئے تیار کی جاتی ہیں کہ معتمدی منشی گری - یعنی خوجہ خاتون کا کام سرانجام دیں اور حساب کتاب کی خدمت بجا لائیں اُنھیں لکھنے پڑھنے کی تعلیم ہوتی ہے تاکہ ہر تحریر کو بے تکلف پڑھ لیں اور اچھی عبارت لکھ سکیں - غرض اس قسم کی درسگاہیں حرم سرائے سلطانی میں قائم رہا کرتی ہیں - اور تمام خاتونوں کے دائروں میں جہاں کوئی جگہ خالی ہوئی اُنھیں تعلیم پانے والیوں میں سے کوئی اُس جگہ پر مقرر کر دی جاتی ہے - یہ سب نازک بدن اور تربیت یافتہ لڑکیاں حرم سلطانی میں علائق ملک کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں - اور اُنکے جا بجا مقرر ہونے کا سلسلہ جاری رہتا ہے - غرض اُنکے تیار کئے جانے کا سلسلہ ایسا جاری رہتا ہے کہ یہی ہر ضرورت کے موقع پر تیار ملتی ہیں -

لونڈی اپنے کنبے اور خاندان سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ کے یہاں اُس کلفہ کی منہ بولی

بیٹی ہو جاتی ہے جو اُسے اپنے علاقہ کی خدمت کیلئے مول لیتی ہے۔ اور وہی کلفہ اُس کی حاکم اور معلمہ بھی ہوتی ہے۔ ہر کلفہ کو اپنی زیر تربیت لڑکیوں کی ظاہری خوبیوں اور اُنکی قابلیت پر نظر ہوتا ہے اُنکی بھلائی اور فلاح کی بڑی ہوشیاری سے خواستگار رہتی ہے۔ اور اگر اُسکی قسمت میں یہ ہوا کہ کسی کے ساتھ بیاہ دی جائے تو اپنی پوری قوت بھر کوشش کرتی ہے کہ اُسکے لیے اچھا بر ڈھونڈ نکالے۔ دونوں لونڈیاں کلفہ اور علاقی یعنی یہ حرم کی ماں بیٹیاں ہمیشہ ایک دوسرے کی ممد و معاون رہتی ہیں۔ اور جو محبت اُن دونوں کے فیما بین پیدا ہو جاتی ہے وہ اس امر کا ثبوت دیتی ہے کہ انسانی دل ہمدردی و محبت کا کس قدر بھوکا ہے۔ علاقی اگر شادی ہو جانیکے بعد کسی اور گھر اور گروہ میں چلی جاتی ہے تو وہاں جانیکے بعد بھی وہ اپنی منھ بولی ماں کے ساتھ ویسے ہی تعلقات قائم رکھتی ہے۔ اور وہ منھ بولی ماں ہمیشہ یکساں جوش سے اُسکی بہی خواہ اور خیر اندیش رہتی ہے۔

کلفہ سے عموماً وہ پرستارین مراد ہیں جنکو یہ عزت تو نہیں حاصل ہوئی کہ سلطان کا خیال کبھی اُنکی طرف مائل ہوا ہو۔ مگر محض قدامت کی وجہ سے اُنھوں نے وقعت حاصل کر لی ہے اُن کی عمروں میں بڑا تفاوت ہے۔ بعض نوعمر ہیں اور بعض بوڑھی ہو گئیں نوعمروں میں سے بعض شادی کی بھی امید کر سکتی ہیں۔ لیکن عام کلفہ عورتین اپنی حالت پر راضی ہیں اور اسی زندگی سے خوش ہیں جسکی وہ عادی ہو گئی ہیں۔ اور اپنی کلفا اور تربیت دینے والی سے بے انتہا مانوس ہیں۔ صرف اُسی ترقی کو ترقی خیال کرتی ہیں جو حرم سرائے سلطانی کے اندر ہو یہی پرانی حرم والیاں محل کی تمام کہاوتوں اور رسموں کی پرجوش نگہداشت کرنے والیاں ہیں ان رسموں اور حرم کے طور طریق کی پابندی وہ نہایت ہی تعصب کے ساتھ کرتی ہیں۔ اور صدیوں سے یوں ہی چلا آتا ہے کہ یہ عورتین اپنی جانشینوں کو ان رسموں اور روایتوں کا محافظ بنا کے چھوڑ جاتی ہیں۔ منجملہ اُنکے فرائض کے ایک یہ ہے کہ اپنی بی بی کی چیزوں کی حفاظت کرین جو مختلف خانگی محکموں میں بٹی ہوئی ہیں اور نگرانی کرتی رہیں کہ اُنکی خدمتین بوجہ احسن بجا لائی جاتی ہیں۔ نوجوان لڑکیوں کو خریدین اور سکھا کے سلیقہ شعار بنائیں مثلاً وہ کلفہ جو قہوہ جی ہے اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اپنی بی بی کی قہوہ پینے کی پیالیوں کی پوری حفاظت کرے جنمیں سے بعض نہایت قیمتی مینا کار اور مرصع ہوتی ہیں۔ اُن اچھی طرح بھونے پیسے اور تانے جانیں اور نہایت عمدہ کافی تیار ہو۔ اور محل خانے کے حاص قہوہ عمدہ آداب سے سلطانہ اور اُسکے مہمانوں کے آگے پیش کی جائے۔

سلطان المعظم کے لئے حرم میں ادرجا ہیتی معشوقہ نا نہیں اگرچہ اُن منتخب پری وشوں میں سے چنی جاتی ہیں جن کو والدہ سلطانہ ۔ خاص خاص معززین سلطنت ۔ یا رعایا و وقبدل نجیبتی ملا کی تقریب کے موقع پر بطور نذرانہ کے سالانہ پیش کیا کرتے ہیں لیکن حرم خلافت کی ہر پرستار عام اس سے کہ وہ کیسی ہی ذلیل اور کیسے ذلیل مرتبہ کی ہو اپنی عزت کی آرزومند ہو سکتی ہے ۔

مثلاً سلطان عبدالعزیز مرحوم کی والدہ حرم سلطانی کے ادنے طبقہ والیوں میں سے تھیں اور کہتے ہیں کہ جب انھوں نے انکے والد سلطان محمود خان ثانی کے دل پر فتح پائی ہے محل خانہ کا کوئی بہت ذلیل کام کرتی تھیں یہ معلوم ہوتے ہی کہ سلطان والدہ سلطانہ یا کسی اور سلطانہ سے ملنے کا ارادہ رکھتے ہیں اُس خاتون کے دائرے میں ایک کھلبلی سی پڑجاتی ہے سلطان المعظم کو پورے آداب سے ہاتھوں ہاتھ لینے اور اُنکا استقبال کرنے کے لئے دائرے کی ہر لونڈی اپنا سب سے اچھا اور پھبنے والا لباس پہنتی اور اپنے بنانے سنوارنے میں جہانتک بن پڑتا ہے کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھتی تاکہ اُسکا جمال سلطان کی دلربائی میں کوتاہی نہ کرے اب سلطان تشریف لاتے ہیں اور خزانہ دار اوستا انھیں دیوان خانے کے کمرے میں لاکے مسند یا شاہی کرسی پر بٹھاتی ہے اسلئے کہ ان تقریبوں کے موقعوں پر یہ کام اُسی معزز خاتون کا ہوتا ہے جو خزانے کی داروغہ ہوتی ہے اور خزانہ دار اوستا کہلاتی ہے ۔ اب قہوہ ۔ شربت ۔ اور شطیبہ ہر ہر محکمہ کی کلفہ کے اہتمام سے پیش ہونا شروع ہوتا ہے ۔ اور برابر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے علائق کے ہاتھوں پیش کئے جاتے ہیں ۔ اِن علائق میں سے اگر کوئی سلطان کو بھلی معلوم ہوئی تو وہ سلطانہ سے اسکے متعلق اتفاقی سوال کر دیتے ہیں ۔ اور ساتھ ہی سلطانہ اشارے کے ذریعے سے اُسے حکم دیتی ہے کہ قریب آکے مسند کا کونہ یا کرسی کا پایہ چومے اسوقت سے یہ خوش نصیب لڑکی اپنی بی بی کی خدمت گزاری چھوڑ دیتی ہے اور گوزدہ کا رتبہ حاصل کرکے رہنے کو ایک جداگانہ محل سرا پاتی ہے ۔ اسکے بعد اگر سلطان نے کسی اور موقع پر بھی اُسے نظر عنایت سے دیکھا تو اُسے اقبال کا رتبہ حاصل ہو جاتا ہے ۔ ورنہ وہی گوزدہ بنی رہتی ہے ۔ اقبال ہونے کے بعد اگر اسکے بطن سے کوئی اولاد پیدا ہو گئی عام اس سے کہ وہ شاہزادہ ہو یا شاہزادی تو اُس کا رتبہ اور بڑھتا ہے اور خانم آفندی کہی جاتی ہے اور اگر خوش نصیبی سے اس سے بھی زیادہ ترقی ہوئی تو قادن آفندی بن جاتی ہے ۔

تھوڑے ہی تعلقات کے بعد اگر کوئی گوزدہ سلطان المعظم کی مورد عنایت نہ رہی یا سلطان

کا دل اسکی صحبت سے پھر گیا تو خزانہ دار امیستا کو سلطان حکم دیتے ہیں کہ وہ سامنے سے ہٹا دی جائے۔ اس حکم کے نافذ ہوتے ہی ممکن ہے کہ ایک بھاری عروسی جوڑا اور زیور مع اس محل سرا کے سامان و اسباب کے جنمیں وہ رہتی تھی اسکے حوالے کیا جائے اور کسی عرض بیگی یا باب عالی کے کسی عہدہ دار کے عقد نکاح میں دے دیجائے۔ اور اگر یہ برتاو کسی ایسی پرستار کے ساتھ کیا گیا جو اقبال کا رتبہ رکھتی ہو تو اسے تھوڑا سا وظیفہ بھی ملتا ہے اور اس کا نام سول لسٹ میں درج ہوجاتا ہے۔ یہ وظائف اکثر دیے بھی بے قاعدگی سے جاتے ہیں اور بعض اوقات چند ہی سال کے بعد بند بھی ہوجاتے ہیں۔

لیڈی گارنٹ کہتی ہیں کہ اس قسم کی ایک ترک خاتون سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا۔ سلطان عبد العزیز خان مرحوم نے اسکی محل کے خاص حجام کے ساتھ شادی کردی تھی۔ اور اس حجام کے مرنے پر وہ ایک بڑی جائداد کی مالک ہوئی۔ وہ سلطان مرحوم کا ذکر نہایت محبت اور عزت کے الفاظ میں کرتی تھی۔ اور اسکا خیال تھا کہ انھوں نے خودکشی کی۔ اور اس واقعہ کے متعلق بہت سی باتوں کے جاننے کا دعوی کرتی تھی۔ مگر کہتی تھی کہ مختلف قوی اسباب سے میں انکو ظاہر نہیں کرسکتی جب اس راز کے کھلنے کا وقت آئیگا تو سب باتیں عالم آشکارا ہوجائیں گی۔ یہ کہہ کے اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور کئی بار بیتابی سی چلا اٹھی۔ "امان!! امان!!"

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ جو سلطانہ قادن آفندی کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں انکا شمار چار ہے۔ مگر چونکہ عموماً اور خاصۃً حرم سرا میں سلطان کی مرضی ہی قانون ہے اس لئے ممکن ہے کہ سلطان المعظم اپنی خوشی سے پانچ یا چھ خاتونوں کو قادن آفندی کا خطاب عطا فرما دیں۔ گو کہ سلطان اور انکی مدخولہ خاتونوں میں کوئی باقاعدہ عقد نکاح نہیں ہوتا لیکن یہ تعلق جو قائم ہوجاتا ہے مرتے دم تک منقطع نہیں ہوسکتا۔ کسی سلطان کے انتقال کے بعد اس کی بیبیاں مجبور ہیں کہ عمر بھر بیوگی کی زندگی بسر کریں۔ آل عثمان کی تاریخ میں صرف ایک سلطان نے اپنی رعایا میں سے ایک عورت کے ساتھ باقاعدہ نکاح کیا اور پھر معمولی طریقہ سے طلاق دے کے اسے ازادی دے دی۔ جس سلطان نے اس طریقہ سے اپنے آبائی رسوم سے بے پروائی کی سلطان عبد المجید خاں تھے۔ خدیو مصر محمد علی پاشا کی بہو جو مصر کی خانم یعنے خاتون مصر کے معزز لقب سے یاد کی جاتی تھیں انکی ایک خوبصورت متبنی بیٹی پر سلطان

مذکور کا دن آگیا تھا۔ اِس پری جمال لڑکی کا نام بسمی تھا۔ اور گو اصل میں وہ بھی ایک لونڈی ہی تھی مگر آزاد کر کے بیٹی اور شاہزادی بنالی گئی تھی چنانچہ اسی وجہ سے وہ بغیر نکاح کے حرم خلافت میں داخل نہ ہو سکتی تھی۔ اُس موقع پہ شاہی منگنی اور عروسی ایسی دھوم دھام اور شان و شوکت سے ہوئی تھی جو اسی مستقبل شاہی برات کے لئے موزوں تھی۔

بسمی سلطانہ حرم سرائے سلطانی میں آکے چھٹی قادون آفندی کہلائیں۔ اور تھوڑے زمانہ تک سلطان کی محبوبہ خاص بن کے حکومت کرتی رہیں۔ شاہنشاہی خزانہ کے سب سے زیادہ قیمتی جواہرات لا کے اُنکی گود میں ڈالدیئے گئے۔ اور وہ جس قسم کا سامان عیش چاہتیں مُہیّا تھا لیکن یہ مسرت زیادہ زمانہ تک نہیں قائم رہی۔ حرم سرائے سلطانی سازشوں کا گھر ہے اور ہر سلطانہ و ہر اقبال سازشوں کا ایک جداگانہ مرکز بنی ہوئی ہے۔ بسمی سلطانہ جو ایک نہایت ہی معزز خاتون کی لاڈلی تھی یقیناً محل سلطانی کی رقابتوں اور عداوتوں کے میدان میں گوئے سبقت نہیں لیجا سکتی تھی۔ اور اسی کے طرز عمل نے غالباً اُسکی رقیب خاتونوں کو مخالفت کا موقع دیا۔ جن میں سب سے زیادہ سربرآوردہ پانچویں قادون آفندی سرو ناز سلطانہ تھی جسپر غالباً کہ اُسنے سلطان کا دل اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ سرو ناز سلطانہ کے دعووں کے مقابلہ میں بسمی سلطانہ کی طرف سے جب ناز آفرینی کی ضد ظاہر ہوئی تو اُن دونوں کی عداوت روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ اور آخر اُن جھگڑوں کا تصفیہ سلطان نے یوں کیا کہ بسمی سلطانہ کو طلاق دیدی۔ اور گو وہ نازوں کی پلی ہوئی تھی مگر اُسے حرم سرا کے اندر سے نکالتے ہی جلاوطن کر کے بروسہ میں بھیج دیا۔ چند روز کے بعد سلطان کو پھر اسی کی یاد آئی۔ اور وہ دوبارہ مورد عنایت بنی۔ مگر وہی امر جسکی بنیاد پر وہ غریب سادہ لوح نکالی گئی تھی پھر نکالی گئی۔ اور ایسی نکلی کہ پھر سلطان کی صورت دیکھنا نہ نصیب ہوئی۔[ع]

حرم میں شاہزادیوں کا مرتبہ اُنکی اُن ماؤں کے بعد ہے جو قادون آفندی کہلاتی ہیں لیکن شاہزادیاں چونکہ پندرہ سولہ برس کی عمر کو پہونچتے ہی محل سلطانی سے چلی جاتی ہیں

ع بعض مورخین کا بیان ہے کہ سلطان سلیمان عالیشان نے بھی روزی لانا نام ایک روسی خاتون سے جو لونڈی کی حیثیت سے اسکے حرم میں داخل ہوئی تھی اور خرم کے لقب سے یاد کی جاتی تھی باقاعدہ نکاح کیا تھا ایسی مکمل نکاح کے لئے ضرور ہے کہ وہ آزاد بھی کر دی گئی ہو۔

لہذا اس کھیل میں وہ حصہ زیادہ نہیں لیتین۔ جو تعلیم اُنھیں دی جاتی ہے عموماً غیر مسلسل و غیر منضبط ہوتی ہے اور اُنکے عادات و اطوار نہایت ہی بگڑے ہوئے ہوتے ہیں وجہ یہ کہ کلفت اور علائق جو ہر وقت اُنھیں گھیرے رہتی ہیں وہ اس کوشش میں رہتی ہیں کہ اُنھیں ابھی سے اپنے اوپر مہربان بنالیں اُنکی ہر خواہش کہنے سے پہلے پوری ہو جاتی ہے۔ اور جہاں تک امکان میں ہوتا ہے اُنکا ہر ناز اُٹھایا جاتا ہے۔ اپنی خوجہ خاتون یعنی اُستانی سے جو تعلیم ملتی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ کچھ لکھ پڑھ لیتی ہیں۔ بانسری اور پیانوں بجالیتی ہیں۔ اور سوئی سے کچھ گل بوٹے بنالیتی ہیں۔ جب وہ پندرہ سولہ برس کے سن کو پہونچتی ہیں اُنھیں شاہانہ جہیز کے ساتھ ایک نہایت ہی قیمتی اور بھاری عروسی جوڑا دیا جاتا ہے۔ رہنے کو ایک قصر ملتا ہے اور کسی وزیر یا دوسرے معزز عہدہ دار کے ساتھ بیاہ دی جاتی ہیں۔ جب کوئی شاہزادی بیاہی جاتی ہے تو اپنی تمام لونڈیوں کو جو اُسکے دائرے سے علاقہ رکھتی ہیں اپنے ہمراہ لیجاتی ہے اور اُنکے علاوہ اور لونڈیاں بھی خود سلطان یا والدہ سلطانہ رخصتی کے وقت اُسے عطا کرتی ہیں اپنے نئے گھر میں جاکے شاہزادی وہی حرم سلطانی کے آداب و قوانین اور رسم و رواج جاری کرتی ہے جنکی وہ بچپن سے عادی ہو رہی ہے سلطان کی شاہزادیوں کو بلحاظ اُنکے رتبہ کے اپنے شوہروں پر فوقیت حاصل رہتی ہے اور بہت سی باتیں جنکی عام عورتیں پابند ہیں اُنسے وہ اپنکو مستثنے خیال کرتی ہیں اسکا نتیجہ یہ ہے کہ شاذونادر ہی اُنھیں سسرال والوں میں مقبولیت یا اون بدنصیب لوگوں کی جنھیں وہ عطا ہوئی ہیں محبت نصیب ہوتی ہے وجہ یہ کہ عام طور پر وہ خود رائے اور نہایت فضول خرچ ہوتی ہیں اُنکے مزاج میں بے رحمی ہوتی ہے اور بعض اوقات اُنسے سخت ظالمانہ افعال سرزد ہو جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض شاہزادیاں ان باتوں سے مستثنے بھی گزری ہیں جنکے ملازمین اور وابستگان دامن بھی آج تک اُنھیں محبت سے یاد کرتے ہیں اور اُنکے معزز طبقہ کے احباب بھی اُنکو بھلائی سے یاد کرتے ہیں۔

جب کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا ہے تو مرحوم سلطان کے حرم کی بہت سی خاتونیں مع اپنے مخصوص وابستگان دامن کے کسی پرانے اور زیادہ خاموش قصر میں بھیج دیجاتی ہیں تاکہ نئے سلطان کی حرموں کیلئے جگہ خالی کریں اُسکی ماں بخلاف اور سب کے والدہ سلطانہ کا اعلے مرتبہ حاصل کرتی ہے۔ اور فوراً شہنشاہی معرکہ سے آراستہ ہو جاتی ہے۔ نیا سلطان اُن تمام لوگوں سے جو اُسکے حرم میں داخل ہوں بیبیوں سے لگا کے ادنے ادنے پیش خدمتوں

تک سب سے اِس امر پر حلف لیتا ہے کہ سب اُسکی ماں کی اطاعت کرین گی اسوقت سے
سلطان کی والدہ کا لقب صرف وہ نقاب دار،، سروں کی تاج ہوتا ہے یہ ایسا ضروری لقب
ہے کہ اُنکے ملاحظہ میں عرضی پیش کی جائے تو ضرور ہے کہ اُسکی پیشانی پر یہ القاب لکھا ہوا ہو۔
کوئی شخص جسے کبھی پیشتر اُنکی باریابی کی عزت نہیں حاصل ہو چکی ہے اُنکے سامنے نہ جا سکتی ہے
اور نہ بیٹھ سکتی ہے۔ سب لوگ اُنکے سامنے نہایت ہی تعظیم سے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں
اور اُنکے ہر سوال کے جواب میں جو الفاظ زبان سے نکالین لازم ہے کہ اُنکے ساتھ اعلیٰ درجے کے
تعظیمی الفاظ اور خاصتہً یہ الفاظ کہ خاتون ضرور ملائے جائیں۔ عثمانی دربار کے آداب میں
یہ بھی داخل ہے کہ جو شخص دربار میں آئے پورے لباس کے عوض سادے گھر میں پہننے کے
لباس میں آئے۔ خود سلطان کی چاہیتی محبوبہ بھی چاہے کیسا ہی سردی کا موسم ہو اتنی
مجال نہیں کہ اپنی معظمہ ساس کے سامنے اوپر کی قبا پہن کے آسکے۔

سلطان المعظم کی والدۂ محترمہ کی یہ قدر و منزلت حرم سرائے سلطانی کی چار دیواری ہی
کے اندر نہیں جب کبھی وہ سیر کو باہر نکلتی ہیں یا گاڑی پر سوار ہو کر ہوا کھانے جاتی ہیں تب
بھی ایک شاہانہ جلوس ہمراہ رکاب ہوتا ہے۔ فوجی سپاہی جیسے ہی وہ سامنے سے گزرتی ہیں
سلامی لیتے ہیں۔ اور غریب جو راستہ میں ملجاتا ہے زمین پر جھک کے عرض کرتا ہے کہ اپنے شہنشاہ
زمان فرزند سے ہماری سفارش فرمائیے۔ اگر کبھی وہ وزیر اعظم یا دیگر وزرا کو کسی امر میں لکھتی
ہیں تو اُس عہدہ دار کا فرض ہے کہ والدہ سلطانہ کے قاصد کا استقبال اپنے کمرے کے دروازے
تک آکے کرے۔ حد سے زیادہ اظہار تعظیم کے ساتھ خط کو اُسکے ہاتھ سے لے۔ ہاتھ میں لیتے
ہی اُسے پہلے پیشانی سے لگائے پھر بوسہ دے۔

حرم سرا کے اندر پورا اختیار والدہ سلطانہ کا ہے جس میں کوئی چون بھی نہیں کر سکتا اور
حرم سرا کی رہنے والیاں عام اس سے کہ وہ قادن ہوں سلطانہ ہوں یا اقبال ہوں بغیر
والدہ سلطانہ کی اجازت کے اپنے رہنے کے مکان سے قدم باہر نہیں نکال سکتیں اور نہ
سلطان المعظم کے ملاحظہ میں بلا توسط اُنکے کوئی درخواست پیش کر سکتی ہیں خاتونان
حرم میں سے اگر کوئی خرید و فروخت کے لئے بازار یا پیرا میں جانا چاہے یا تبدیل آب ہوا
کے لئے کسی شاہنشاہی کوشک میں جانے کا قصد کرے تو ضرور ہے کہ اس مضمون کی
ایک درخواست اکلیل رؤس ذوات النقاب کے ملاحظہ میں پیش کرے اور انھیں اختیار ہے

کہ مناسب معلوم ہو تو منظور کریں یا جی چاہے نا منظور کریں۔ بہر تقدیر ان بڑے بھاری اقتدارات نے لازمی طور پر والدہ سلطانہ کے ذمہ بڑی بڑی دشواریاں عائد کر دی ہیں اور ایسے فرائض پیدا کر دئے ہیں جنکا انجام دینا دشوار ہے۔ ان کاموں میں والدہ سلطانہ کو اپنی اول درجہ کی مہتمم خزانہ سے بڑی مدد ملتی ہے جو خزانہ دار اوستا کے لقب سے یاد کی جاتی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ معزز خاتون عملاً بہ لحاظ اختیارات والدہ سلطانہ کے بعد دوسرے درجہ پر ہے۔ یہ عموماً ایک خاص عمر کی عورت ہوا کرتی ہے جس کا نشو و نما والدہ سلطانہ کے دائرے میں ہوتا ہے۔ اور جسکو قدامت کے ساتھ مدت دراز کی خدمت گزاری اس اعلیٰ درجے کے عہدے پر پہونچا دیا کرتی ہے۔ حرم کی اعلیٰ مہتمم ہونیکی وجہ سے اُسے اُن تمام امور کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے جنھیں والدہ سلطانہ اپنے ہاتھ میں رکھنا نہیں پسند کرتیں۔ اور اگر اتفاقاً والدہ سلطانہ کا سلطان سے پہلے ہی انتقال ہو جائے تو یہی خزانہ دار اوستا اُن کی جانشین ہوتی ہے اور اوسے انھیں کا رتبہ اور انھیں کے سے اقتدارات حاصل ہو جاتے ہیں اور حرم سرا کے سوا عموماً معاملات ملکی پر بھی اُسکا اثر پڑنے لگتا ہے۔

ترکی وزرا اس اندیشہ سے کہ شاہنشاہی دربار پر اثر پڑے گا یہ کوشش کرتے ہیں کہ سلطان کی منکوحہ بی بی کوئی نہو اور جتنی ہوں سب لونڈیاں ہی لونڈیاں ہوں اور اس واقعہ کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ سلطان آخر انسان ہیں لہذا ضرور ہے کہ کسی عورت کا اُنپر اثر پڑے۔ اور وہ عورت ممکن ہے کہ اُنکی طبیعت پر قابو حاصل کر لے کہتے ہیں کہ چار تمیز تمدن جو مشہور وزیر محمد کیپرلی نے اپنے بستر مرگ پر لیٹے لیٹے نوعمر سلطان محمد رابع کو سنائے تھے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عورت کے مشورے پر ہر گز عمل نکرنا۔ لیکن یہ بھی نہ بھولنا چاہئے جو کہا جاتا ہے کہ خود وزیر کیپرلی اعظم اس رتبہ عالی پر پہونچنے میں والدہ سلطانہ ترخان کا زیر بار احسان تھا۔ اور اُسکا بیٹا جو اُسکی جگہ وزیر اعظم مقرر ہوا اُسے مذکورہ بالا نوعمر سلطان کے عہد میں جو اختیارات حاصل ہوئے وہ بھی محض محمد رابع کی ایک چاہیتی محبوبہ کے طفیل میں تھے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترکوں کی تاریخ میں جیسے جیسے کام حرم سرائے سلطانی کی عورتوں نے کئے ہیں وہ تھوڑی اہمیت نہیں رکھتے۔ سلطانہ صفیہ جو لقاء اللہ بھی کہلاتی تھیں اور شہر وینس کی اسیر شدہ لونڈی تھی اپنے ناقابل حکومت شوہر سلطان مراد ثالث کے تقریباً بیس سال

سکے عہد میں نظم ونسق سلطنت پر بہت اچھا اثر ڈالتی رہی - اور اپنے بیٹے محمد ثالث کے دربار اور مجلس شوریٰ پر عموماً حکمراں تھی - سلطان مصطفےٰ خان اول کی ماں بیٹے کے نام سے خود پوری حکومت کرتی تھی اور جب مراد خان رابع بارہ برس کی عمر میں مالک تاج وتخت ہوا تو اسکی ماں والدہ سلطانہ ماہ پیکر جو ایک یونانی الاصل لونڈی تھی نظم ونسق سلطنت کی ذمہ دار قرار پائی - خوش قسمتی سے وہ ایک نہایت ہی صاحب لیاقت عورت تھی - اور ان دونوں ماں بیٹوں کو اپنے عہد میں بڑے بڑے جھگڑوں اور معاملوں کا حد سے زیادہ مقابلہ کرنا پڑا - ڈیلش کلا ایک سفیر اس ملکہ سے ملا تھا جبکہ ملکہ کی عمر تقریباً ۴۵ برس کی تھی - وہ بیان کرتا ہے کہ یہ ملکہ پاکدامن - عقلمند - ذہین - اور فیاض تھی دینداری کے کاموں کو پسند کرتی تھی - اور غریبوں کو بلا لحاظ اسکے کہ وہ کون ہیں خیرات دیا کرتی تھی -

حرم خانون کے ذکر میں سلطان کی رضاعی ماں اور اسکے بیٹے یعنی سلطان کے رضاعی بھائی کا ذکر بھی ضروری ہے بشرطیکہ کوئی رضاعی ماں ہو - شاہزادوں کی دودھ پلائی ہمیشہ کوئی کرچتن پیدا کرتی ہے جس کا شوہر اسے اس خدمت پر مقرر کراکے خود دولت ووجاہت حاصل کرتا ہے - اس دودھ پلائی کا بیٹا ترکی زبان میں شاہزادے کا دوست گردش یعنے دودھ شریک بھائی کہلاتا ہے - وہ شاہزادے کے ساتھ کھیلتا اور اس کا مستقل مصاحب ہوتا ہے - یہ رضاعی بھائی چونکہ ساتھ کھیل کے بڑے ہوتے ہیں لہذا کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے اور جب شاہزادہ مالک تاج وسریر ہوتا ہے تو اس کے اس بچپن کے رفیق کا نصیبہ کھل جاتا ہے - ایسی ہی عنایت رضاعی بہن کے حال پر رہتی ہے - اور وہ زندگی بھر اپنے صاحب تاج وتخت رضاعی بھائی پر شیدا رہتی ہے - اور یہ بھائی کسی بڑے معزز شخص کے ساتھ اسکا نکاح کر دیتا ہے - سلطان عبدالمجید خان مرحوم کی رضاعی بہن ناہر خانم ایک مستقل طبیعت کی عورت تھی - سلطان پر بڑا اثر رکھتی تھی - تقریباً پچاس سال کا زمانہ گزرا جبکہ وہ ترکی معزز صحبتوں کی بڑی رکن رکین بنی ہوئی تھی - عام معمول کے خلاف اس نے ایک دوسرے کے بعد دو شوہروں کو چھوڑ دیا جن کی دادرسی نہ ہوئی اور ناہر خانم نے محکمہ بحری کے ایک افسر سے تیسری شادی کر کے اسی کے ساتھ نباہ دی - اور پھر سلطنت کی قلمرو میں اسکے چال چلن کے متعلق خبریں اڑنا موقوف ہو گئیں -

رضاعی ماں کی جو تعظیماً ثانیاً قادوہ کے لقب سے یاد کی جاتی ہے حرم میں بڑی عزت

وحرمت ہوتی ہے۔اور اکثر اوقات سلطان پر اُس کا اتنا اثر ہوتا ہے جیسے والدہ سلطانہ کے اثر سے کم نہیں کہا جا سکتا چونکہ یہ عورتیں ایک ادنے درجے سے یکایک ترقی کر جاتی ہیں لہذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اُن میں کم ایسی ہوتی ہیں جو اپنی قوت و وقعت کو عقلمندی کے ساتھ عمل میں لائیں۔اکثر تو سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کی رضاعی ماں کی طرح اپنی طمع اور تعدی کے لحاظ سے مشہور ہوتی ہیں۔عبدالعزیز خان کی رضاعی ماں کا اثر حرم سرائے سلطانی پر اس قدر بڑھ گیا تھا کہ گورنر جنرلوں کی برطرفی وبحالی اور دیگر اہم معاملات بالکل اُسی کے ہاتھ میں تھے۔ن۔ پاشا جو ایک زمانہ میں سالونیکا کے گورنر جنرل تھے اُنکے عروج کا اصلی سبب یہی تھا کہ سلطان عبدالحمید خان مرحوم کی رضاعی ماں کی قرابت داروں میں تھے۔بہت تھوڑی لیاقت ہونے کے باعث اُنھوں نے ایک بیرونی عورت سے شادی کر لی جسے حرم سلطانی سے کوئی علاقہ نہ تھا۔اور اُس عورت نے مقامی عہدہ داروں کی بیگموں کی وضع میں ایسا داغ لگا دیا کہ آخر سب نے اُس سے ملنے جلنے سے انکار کر دیا۔

حرم والیاں کسی بیرونی شخص کے عقد نکاح میں نہ دی گئی ہوں تو بھی جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے زندگی بھر کے لئے ایوان شہنشاہی کے حصار میں قید نہیں ہیں۔اُنکی دلچسپیاں زیادہ تر سلطان محل کے باہر ہی ہوتی ہیں۔ہر ملک کی وضعدار خاتونوں کی طرح یہاں بھی سلطانہ اور اقبال دونوں کے خاص اشغال بننا سنورنا۔گاڑی پہ سوار ہو کے ہوا کھانا اور اِدھر اُدھر کی سیر کرنا ہوا کرتے ہیں۔اول الذکر یعنے جو سلطانہ ہونے کی عزت رکھتی ہیں اُنکو یہ کام بھی رہتے ہیں کہ اپنے ملازمین کا انتظام اور اپنے بچوں کی خبرگیری کریں۔مگر اُنکی خانگی زندگی میں بھی سیر و تفریح کا شوق ضرور ہوتا ہے۔لیکن جس چیز میں وہ ہر وقت منہمک رہتی ہیں وہ سازش اور جوڑ توڑ ہے یہ ایسی چیز ہے جس میں حرم کی کوئی عورت نہیں جو تھوڑی بہت مشغول نہ ہو۔خواہ خود اپنے لئے یا اپنی مالکہ اور مربیہ کے لیے ہر تا دن آفندی اور ہر اقبال ایک چھوٹے دربار کا۔کنہ[illegible] رہتی ہے جسکی غرض میں اور آ[illegible]

اسی قسم کے دوسرے درباروں کے مخالف ہوتی ہیں ہر بیٹے کی ماں اعلیٰ ترین قوت کی آرزومند ہوتی ہے اس لئے کہ دولت عثمانیہ کے قانون ولی عہدی کی رو سے ہر شاہزادہ کو اپنی اپنی باری تخت نشینی کا موقع مل سکتا ہے - اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جتنی عورتیں اُس کے گرد پیش ہوتی ہیں اُسکی تخت نشینی ہی کو اپنی زندگی کی اصلی غرض قرار دے دیتی ہیں اور شب روز اُسکے اغراض کے مطابق کوشش کرتی رہتی ہیں چونکہ سلطان المعظم "شیر شیران" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں لہذا ہر چھوٹے شاہزادے کو اُسکی ماں اور اُس سے علاقہ رکھنے والیاں عدار سلاطم کے خطاب سے یاد کرتی ہیں یعنے اُسے میرا شیر کہہ کے پکارتی ہیں اور اُسکا سارا دربار اُسکی غلامی کرتا رہتا ہے جس سلطانہ کے بطن سے بجائے اولاد نرینہ کے کوئی شاہزادی پیدا ہوتی ہے اُسکی زندگی کی سب سے بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ سلطنت کے سب سے بڑے رکن کے ساتھ اُسکا نکاح کرے

دوسری طرف جو خاتونیں اقبال کا درجہ رکھتی ہیں وہ اپنی حیثیت قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ ناپائدار حالت میں رہتی ہے سازش کو کم ضروری نہیں سمجھتیں نتیجہ یہ ہے کہ محل کے اندر جتنے دربار ہیں اتنی ہی پارٹیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کا ایک مرکز ہوتا ہے اور اُس کی شاخیں محل سے باہر تک پھیلی رہتی ہیں - کیونکہ حکمران سلطان کے بھائی اور نیز اُنکی مائیں ہمیشہ اپنے طرفداروں کی جستجو میں رہتی ہیں - اُسکے مقابل والدہ سلطانہ اپنے صاحب تاج وتخت بیٹے کے منافع کی نگہداشت میں تھوڑی سرگرمی سے مصروف نہیں رہتی ہیں -

یہ غیر منتہی سلسلے مع اپنی تمام غیر معمولی پیچیدگیوں کے محل کی صاحب اثر خاتونوں کو ایک خاص دماغی مشقت میں مصروف رکھتے ہیں - یہ کوششیں کبھی اولیاء اللہ کے مزاروں پر لیجاتی ہیں - اور کبھی درویشوں کی خانقاہوں میں - اور اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے خیر خیرات کی جاتی ہے - ہر خاتون کسی نہ کسی شیخ کی اور کسی نہ کسی زیارت گاہ کی معتقد ہوتی ہے جہاں وہ وقتاً فوقتاً تحفے تحائف یا نقد نذرانہ بھیجا کرتی ہے -

حرم والیوں کی سب سے ادنے دلچسپی کی چیز سلطان کی طبیعت اور اُنکا مذاق ہے جن کے

شوق کا پتہ ابتدا ہی میں چل جاتا ہے۔ سلطان عبدالمجید خان کے عہد میں تھیٹر کا رواج ہوا اس غرض کے لئے ایوان دولمہ باغچہ میں ایک چھوٹا سا خوبصورت تھیٹر بنایا گیا۔ اور انھیں کھیلوں کا بہت شوق سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کو تھا جنکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بلاٹوں کا خاکہ خود ہی بنا کے دیتے تھے تاکہ وہ اسٹیج پر دکھائے جائیں سلطان عبدالمجید خاں مرحوم نے ایک نیا ناچ بھی مع اُسکے لطیف و دلچسپ سازوں کے ایجاد کیا تھا جو حرم سرا کی لڑکیوں کو سکھایا گیا تھا۔ اس ناچ کے معلموں میں ایک مشہور مغنی (دونی زتّی) کا بھائی تھا۔ ترکی تھیٹر کی مستقل کمپنی اور نیز فرانسیسی تھیٹر جو وقتاً فوقتاً دارالسلطنت دولت عثمانیہ قسطنطنیہ کا دورہ کیا کرتا ہے کبھی کبھی بلائے جاتے ہیں کہ سلطان المعظم کے سامنے اپنا ہنر دکھائیں اور آپکے محل کی خاتونوں کو بھی اُسکے دیکھنے کی عموماً اجازت دی جاتی ہے جو سنہری چلمنوں کے پیچھے آکے بیٹھتی ہیں۔ اسی طرح بازی گروں۔ اور قسطنطنیہ کے مداریوں کو جو وہاں "قراگوز" کہلاتے ہیں۔ شعبدہ بازوں۔ کٹھ پتلی کے ناچ کا تماشا دکھانے والوں اور دیگر تماشا گروں کو بھی یہ عزت حاصل ہوتی ہے۔

تمام شد

تذکرہ مشاہیر عالم جلد اول

مولفہ مولانا عبدالحلیم صاحب شرر جس میں حسب ذیل سوانح عمریاں درج ہیں قیمت ایک روپیہ چار آنہ خلیفہ ناصر الدین اللہ۔ زبیر ابن عوام۔ عبداللہ ابن زبیر۔ ابن بطوطہ۔ انقراط۔ مانی۔ جالینوس۔ سائیدین۔ اعزالدین حسین۔ حاتم طائی والبصی۔ جبلہ بن ایہم۔ محمد بن تومرت المہدی المغربی ابوعثمان سعید بن مسجح۔ سبا تائی سیوی۔ دمشق کی جامع بنی امیہ سب کے جدا جدا حالات درج ہیں۔

تذکرہ مشاہیر عالم جلد دوم

جس میں حسب ذیل سوانح عمریاں درج ہیں ابوالاسود دولی۔ احمد بن طولون ابوالضحاک۔ عمرو بن معدی کرب زبیدی۔ نابغہ زبیانی۔ اسکندر اعظم۔ سمسون۔ ابن قراقر شلمغانی۔ الحکم المستنصر محمد عبداللہ قیسر منذر بن مغیرہ۔ حجاج۔ دمشقی جہوس۔ مسجد ایا صوفیہ۔ مسجد اقصیٰ۔ صلیبی جہاد۔

مخدرات مشاہیر عالم

مولفہ مولانا عبدالحلیم صاحب شرر جس میں حسب ذیل سوانح عمریان درج ہیں قیمت عہ سمی رامس ملکہ بابل۔ ہند بنت نعمان لیلائے اخیلیہ۔ شہدہ کاتبہ۔ زلیخا۔ ملکہ سجاح۔ ام سلمہ زوجہ سفاح۔ قطر الندی بلقیس اولوا۔ علیہ بنت مہدی۔ خدیجہ بنت القیم۔ ملکہ استیر۔ کتھرائن۔ زبیدہ خاتو۔ ام ہانی مریم۔ قلوپٹر میڈم ڈی اسٹائل۔ رابعہ بصریہ۔ فاطمہ فقیہہ۔ ملکہ زبا۔ ام ابان۔ رابعہ شامیہ فاطمہ نیشاپوریہ زلوبیہ۔ نوار زوجہ فرزدق۔ ہلینا۔ مصغہ۔ مخہ۔ زبدہ لائق دید کتابین ہیں۔

ایضاً جلد دوم

جس میں حسب ذیل سوانح درج ہیں قیمت عہ دیدوں ملکہ سور۔ پرتھا۔ ایڈلین۔ راخیل۔ ماریہ رولان علیون۔ عاتکہ بنت معاویہ۔ تدکار رائی خاتون۔ ارشدامیہ۔ فریدہ۔ عفرار عائشہ بنت طلحہ ہائی پے تیلہ خرقاد۔ ریانت الفریق السلمی۔ جنفاف۔ ظریفہ بنت صفوان۔ ام حکیم بنت قارظ

تمام درخواستین بنام سید ظہور الحسن۔ قومی پریس دہلی چھتہ لال میان

سوانح عمری مولانا روم

مؤلفہ شمس العلماء مولانا شبلی مرحوم

جسمیں مولانا کی مفصل سوانح عمری کے مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر نہایت تفصیل سے تقریظ اور تبصرہ لکھا گیا ہے کتاب قابل دید ہے قیمت ۱۲؁

مجموعہ نظم شبلی مرحوم

مع مختصر سوانح عمری مولانا کے مرحوم اسمیں مولانا کی تمام اُردو نظمیں ہیں مگر اس مجموعہ میں اُنکی سیاسی نظمیں نہیں ہیں قیمت فی جلد ۸؍

مثنوی نشتر غم

یعنی سید حسن شاہ اور خانم جان کا وہ درد انگیز اور سچا قصہ جو نشتر ناول سے لیکر گلزار نسیم کی بحر میں نہایت ہی معنی خیز اختصار کے پیرایہ میں طرز جدید نظم کیا گیا ہے قیمت فی جلد ۱۰؍

مخدرات مشاہیر عالم

مؤلفہ مولانا عبد الحلیم صاحب شرر جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں سمی راس تاہ ابل۔ ہند بنت نعمان لیلا اخیلیہ شہدہ کاتبہ۔ زلیخا ملکہ مصر ملکہ سجاح ام سلمہ زوجہ سفاح۔ قطر الندی بلقیس۔ ولعا علیہ بنت مہدی خدیجہ بنت القیم ملکہ استیر کنہر اتن زبیدہ خاتون ام ہانی مریم۔ قلوپطرا۔ میڈم ڈی شاتل البعہ مصریہ رابعہ شامیہ فاطمہ فقیہہ ملکہ زبا ام ابان فاطمہ نیشاپوریہ ملکہ زنوبیہ نوار زوجہ فرزدق لبینا مضغہ نحوہ۔ زبدہ قیمت ۱۲؁

ایضاً جلد دوم

جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں ویدوں ملکہ سور پرتھال۔ آیڈلین۔ راخیل۔ سارہ۔ یہ روان فلپون عاتکہ بنت معاویہ۔ تذکار بابی خاتون ارشد امیہ فریدہ۔ عفرا۔ عائشہ بنت طلحہ۔ آئی ہے تیا خرقار ریا بنت الفریق السلمی جنفیاف ظریفہ بنت صفوان ام حکیم بنت تارظ قیمت ۱۲؁

تذکرہ مشاہیر عالم جلد اول

مؤلفہ عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی مشہور مورخ جسمیں حسب ذیل کے سوانح درج ہیں خلیفہ ناصر الدین اللہ زبیر ابن عوام۔ عبد اللہ ابن زبیر ابن بطوطہ بقراط۔ نانی۔ جالینوس۔ ساندین۔ اعز الدین حسین حاتم طائی۔ و الصی جبلہ بن ایہم محمد بن تومرت المہدی المغربی۔ ابو عثمان سعید بن مسجح سبا تالی قیمت ۱۲؁

ایضاً جلد دوم

جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں۔ ابو الاسود دولی احمد بن طولون۔ ابو الضحاک۔ عمرو بن معدی کرب۔ نابغہ زبیانی۔ اسکندر اعظم تمسون ابن قراقر شلمغانی الحکم المستنصر محمد عبد الصمد الزقیر منذر بن مغیرہ حجاج بشتی ... سجد ایاصوفیہ ... مصری صلیبی جہاد دمشق کی جامع بنی امیہ قیمت ۱۲؁

خلافت

عمرو بن سعید بانی خلافت بنی امیہ قیمت
ابومسلم خراسانی بانی خلافت عباسیہ ۱۴ر
مصنفہ مولنا عبدالحلیم صاحب شرران دونون
خلافتون کے بانی کے پورے حالات اور انکے انجام

سوانح ابو جعفر منصور] ان تینوں کی
ابو دلامہ] پوری سوانح اور
محمد علی پاشا] حالات قیمت ۱۵ر

اقوام کُردو

مولفہ عبدالحلیم صاحب شرر۔ اِس قوم کی پوری لائف اور انکی خانگی معاشرت اور سلطنت عثمانیہ کیساتھ انکے تعلقات اور انکی بہادری اور اسکے ساتھ ترکان آل عثمان کے حالات بھی درج ہیں قیمت ۶ر

گانٹھے خان کی سرگذشت

یہ کتاب اپنے حالات میں بالکل نئی ہے جنکو زبان دانی کا شوق ہو وہ اِس کتاب کو ضرور خریدیں اول سے آخر تک تلازموں سے لبریز ہے قیمت ۸ر

قیمت عہ ۱ بزم آخر قیمت عہ

بہادر شاہ اور اکبر شاہ کی طرز معاشرت اور سوانح اجڑنے والے دلی شہر کی آخری بہار جس نے دیکھی اسکے کلیجے پر بس سانپ لوٹتا ہے مسلمانوں اور مغل امپائر کا چراغ جس آنکھ نے آخری وقت جھلملاتے دیکھا ہوا اور اُسکا گُل ہونا بھی نظر سے گذرا ہو وہی اصلی رنج والم سے بے اختیاری کے دو آنسو بہا

ازواج النبی

جسمیں جناب سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے پورے حالات و سوانح درج ہیں۔ حضرت خدیجہؓ۔ حضرت سودہؓ حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ حضرت زینبؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت زینبؓ بنت جحشؓ حضرت ام حبیبہؓ حضرت جویریہؓ حضرت میمونہؓ حضرت صفیہؓ سب کے جدا جدا حالات درج کئے گئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحوں پر عیسائی اور دیگر معاندین اسلام اعتراض کیا کرتے ہیں اس کتاب میں اُن اعتراضوں کا قطعی جواب دیا گیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ آپ پر نکاح کسی خاص ضرورت و مصلحت پر مبنی تھا اور اُن نکاحوں کی غرض خدا ترسی یکجہتی و ترقی اسلام تھی نہ (معاذ اللہ) نفسانی خواہش بہر تقدیر یہ نہایت ضروری کتاب ہے جسے ہر مسلمان کے زنان خانے میں ضرور رہنا چاہیئے قیمت فی جلد ۸ر

علم مجلسی

یہ کتاب آپ کو ادیب۔ گویا حاضر جواب بنا دیگی۔ یہ کتاب آپ کو ہر معرکہ کا مرد۔ ہر محفل کی زینت اور ہر جلسہ کی رونق بنا دیگی یہ کتاب آپکی تقریر کو دلپذیر۔ تحریر کو پُر تاثیر اور اصلی مطلب کو دلچسپ بنا دیگی ۔ ۲ر

"علم مجلسی" اپنی قسم کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اچھوتے مضامین۔ نیا رنگ نئی شان اور نرالا ڈھنگ جذبات و خیالات کا دلچسپ آئینہ ہر قسم کے منتخب اشعار کا مجموعہ زندگی اور زندہ دلی کا مخزن۔ علم مجلسی کا بیش بہا معدن غرض قابل دید و قابل قدر کتاب ہے اعلیٰ کاغذ اعلیٰ لکھائی حصہ